

المجموع شرح المذهب میں امام النووی کا منبع

محمد ضیاء الحق [◎]

تاریخ اسلام کی ابتدائی صدیوں میں مدون ہونے والے فقہی مجموعے نہ صرف قانون سازی کے ضمن میں مسلمانوں کی بہترین کوششوں کی عکاسی کرتے ہیں، بلکہ اظہار رائے کی آزادی اور اختلاف فکر کی اسلامی روایت کی قابل تقلید مثال بھی ہیں۔ فقہی آراء کے اظہار میں مکمل آزادی کے بغیر فقہ اسلامی کی عظیم الشان تدوین کمکل نہ ہوتی۔ مسلمان فقہاء اگرچہ مختلف فقہی مکاتب فکر سے منسلک تھے، لیکن اپنی فقہی آراء کے اظہار میں نہ صرف فکری آزادی کو استعمال کرتے ہوئے اجتہاد کرتے تھے، بلکہ ان کی یہ بھی کوشش ہوئی تھی کہ اختلاف رائے اختلاف امت میں تبدیل نہ ہو۔ حجاز میں مدون ہونے والی فقہہ مالکی کا دار مدار حدیث پر تھا، جب کہ عراق میں پروان چڑھنے والی فقہ حنفی میں رائے کو اہمیت حاصل تھی۔ ان دونوں کے درمیان میں راہ و سط کو اختیار کرنے کی خاطر فقہ شافعی وجود میں آئی۔ امام الشافعی (ت ۲۰۱ھ) نے مالکی فقہ اور حنفی فقہ کے اصولوں میں بعد کو دور کرنے کے لیے الرسالة^(۱) تحریر کی۔ الرسالة بلاشبہ اصول فقہ میں پہلی تصنیف ہے؛ امام الشافعی ہی نے الام^(۲) تصنیف کی۔ امام الشافعی کی ان تصنیف کے ساتھ ہی فقہ شافعی میں تصنیف و تالیف کی کئی صدیوں تک جاری رہنے والی عظیم الشان روایت کا آغاز ہوا۔ چنانچہ امام المذنی^(۳) نے المختصر فی فروع الشافعیۃ^(۴) تحریر کی۔ ابن الحمال^(۵) نے

پروفیسر شریعہ و اسلامک لاء، ڈائریکٹر جزل، ادارہ تحقیقات اسلامی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد۔ [◎]
(muhammad.ziaulhaq@iiu.edu.pk)

۱- دیکھیے: ابو عبد اللہ محمد بن ادریس بن عثمان الشافعی، الرسالة، تحقیق احمد شاکر (مصر: مکتبۃ الحلبی، ۱۹۲۰ء)، ۱۲۔

۲- الام امام شافعی کی تصنیف کی معراج ہے۔ امام شافعی نے یہ کتاب اپنے شاگردوں کو مصر میں اپنے عمر کے آخری سالوں میں الملاکروائی تھی۔ اس کتاب کو امام شافعی سے ریچ نے روایت کیا ہے۔

۳- اسماعیل بیکی بن اسماعیل، ابراہیم المذنی، امام شافعی کے قریبی ساتھی اور فقہ شافعی کے عظیم ائمہ میں سے ہیں۔ ان کا تعلق مصر سے تھا۔ ۷۸۵ھ / ۱۷۶۰ء میں ولادت ہوئی اور ۲۶۳ھ / ۱۸۷۸ء میں ان کی وفات ہوئی۔

۴- دیکھیے: اسماعیل بن بیکی بن اسماعیل ابو ابراہیم المذنی (ت ۲۶۲ھ)، المختصر المذنی فی فروع الشافعیۃ، حواشی محمد عبد القادر شاہین (لبنان: المکتب العلمیہ، ۱۹۹۸ء)۔

۵- احمد بن محمد احمد القاسم اضیبی ابوا الحسن الجماحی فقہ شافعی کے ائمہ میں سے ہیں۔ ان کی مشہور تصنیف میں تحریر الأدلة اور المقنع فی فقہ الشافعیۃ شامل ہیں۔ ابن الحمال بغداد میں ۹۷۸ھ / ۱۵۲۸ء میں پیدا ہوئے اور ۹۷۸ھ / ۱۵۲۳ء میں وہیں پر ان کی وفات ہوئی۔

كتاب اللباب في الفقه الشافعي تحرير کی۔ امام الماوردي^(۱) نے فقه شافعی کی اس تصنیفی روایت میں الامتناع فی الفقه الشافعی اور الحادی الكبير فی فقه مذهب الإمام الشافعی^(۲) تصنیف کر کے حصہ ڈالا۔ فقه شافعی کے اس علمی ذخیرے میں نمایاں اور بہترین اضافہ امام الشیرازی (ت ۴۷۶ھ) نے التنبیہ^(۳) اور المذهب فی فقه الإمام الشافعی لکھ کر کیا۔

المذهب کی حیثیت فقه شافعی کے مصادر میں بہت نمایاں ہے، لیکن اس سے استفادے کے لیے ضروری تھا کہ اس پر مزید تحقیق کر کے اس کی ایسی شرح لکھی جاتی جس سے فقه شافعی کے احکام کو سمجھنے میں مدد ملتی۔ اسی ضرورت کو پورا کرنے کے لیے المذهب فی فقه الإمام الشافعی کی امام النووی نے المجموع کے نام سے مبسوط اور جامع شرح تحریر کرنے کا کام شروع کیا۔ امام النووی کے اس علمی کام کو امام السکی^(۴) اور محمد نجیب المطیعی نے امام النووی کے منسج کے مطابق مکمل کیا۔ المجموع^(۵) فقة اسلامی کے دو ائمہ المعرف میں سے ہے۔ المجموع

۶- ابو الحسن علی بن محمد بن جیب البغدادی، البصری الماوردی کے نام سے مشہور ہیں۔ فرقہ اسلامی اور فقه شافعی کے ائمہ میں سے ہیں۔ ۴۷۶ھ/۹۷۲ء میں ان کی ولادت ہوئی اور ۵۰۵ھ/۱۰۵۸ء میں وفات ہوئی۔

۷- الحاوی الكبير امام المزني کی المختصر کی شرح ہے۔ امام الماوردی کی اس تصنیف پر جو مخطوط کی صورت میں محفوظ تھی، الشیخ علی محمد موعض اور الشیخ عادل احمد عبد الموجود نے تحقیق کی۔ اسے دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان سے

۱۴۱۹ھ/۱۹۹۱ء میں شائع کیا گیا۔

۸- ابو اسحاق ابراهیم بن علی بن یوسف الشیرازی، التنبیہ فی الفقه الشافعی (علم الکتب)۔

۹- ابو نصر تاج الدین عبد الوہاب بن علی بن عبد الکافی السکی (۴۷۶ھ-۱۷۲ھ) شافعی فقیہ، مؤرخ اور دمشق کے قاضی القضاۃ ہیں۔ قاہرہ میں پیدا ہوئے۔ کئی کتابوں کے مصنف ہیں جن میں طبقات الشافعیۃ الکبری والوسطی والصغری،

جمع الجمائع فی أصول الفقہة وغیره معروف ہیں۔

۱۰- المجموع کی حیثیت فقہی مصادر میں امام شافعی (محمد بن ادریس الشافعی ت ۴۰۳ھ) کی الأُم، امام السرخی (محمد بن احمد بن ابی سہل شمس الائمه ت ۴۸۳ھ) کی المبسوط، ابن حزم (علی بن احمد سعید بن حزم الاندلسی ت ۴۵۶ھ) کی المحلى بالآثار اور ابن قدامة (ابو محمد موفق الدین عبد اللہ بن احمد بن محمد ت ۴۲۰ھ) کی المغني کی سی ہے۔ فقه اسلامی کے عظیم الشان ادب کے یہ شاہپارے ہیں اور فقه اسلامی کے مختلف مذاہب کے نمائندہ اور معتبر مصادر ہیں۔ ان شاء اللہ المجموع کی طرح الأُم، المحلى، المغني اور المبسوط کے منابع پر مشتمل مقالات کو بھی فکر و نظر میں شامل اشاعت کیا جائے گا تاکہ محققین اس سے فائدہ اٹھائیں۔

اور اس کے مقدمے کی اہمیت کے پیش نظر کئی محققین نے اس فقہی ذخیرے پر تحقیق کو اپنی کاؤشوں کا مرکزو محور بنایا ہے۔

احمد عبدالعزیز الحداد نے ڈاکٹر عبدالعزیز الحمیدی کی زیر نگرانی ام القری یونیورسٹی مکمل میں ۱۴۰۹ھ میں الإمام النووی و اثرہ فی الحدیث و علومہ کے عنوان سے ماجستیر کا مقالہ لکھا۔ اس مقالے کے ایک جز میں ایسی چوبیں احادیث کا ذکر ہے جن پر امام النووی نے المجموع میں صحیح، حسن اور ضعیف ہونے کا حکم لگایا۔ مقالہ نگار حدیث کا ذکر کر کے اس پر امام النووی کے لگائے ہوئے حکم کا ذکر کرتے ہیں پھر اس کی تخریج کرتے ہیں پھر اس کی سند کا مطالعہ کر کے امام النووی کے لگائے ہوئے حکم کا تحقیقی جائزہ لیتے ہیں۔

عطۃ محمد القریناوی نے پروفیسر طالب حماد ابو شعر اور پروفیسر سالم احمد سلامہ کی زیر نگرانی منہج الإمام النووی فی تضعیف الأسانید من خلال کتابہ المجموع کے عنوان سے پی ایچ ڈی کا مقالہ ۱۴۳۶ھ میں جامعہ غزہ سے تحریر کیا۔ اس مقالے میں مقالہ نگار نے ایسی ۳۰۰ احادیث کا مطالعہ کیا، جنہیں امام النووی نے ضعیف احادیث قرار دیا تھا۔

عادل ابراہیم محمد احمد نے منہج الإمام النووی فی تحسین الأسانید من خلال کتابہ المجموع شرح المذهب کے عنوان کے تحت علوم حدیث میں پی ایچ ڈی کے لیے جامعہ غزہ میں ۲۰۱۵ء میں اپنا مقالہ پروفیسر اسماعیل سعید رضوان کی زیر نگرانی مکمل کیا۔ فالج مازن ہمیدات نے منہج الإمام النووی فی أعمال القواعد الأصولية فی کتابہ المجموع شرح المذهب کے نام سے جامعہ الیر موک الاربد، الاردن میں ۱۹۹۸ء میں فقہ و اصول نقہ میں ماجستیر کے لیے مقالہ ڈاکٹر عبد الرؤوف خرابشہ کی زیر نگرانی مکمل کیا، علی ڈگر یوں کے حصول کے لیے تحریر کیے گئے تحقیقی مقالات کے علاوہ المجموع کے حوالے سے کئی کتابیں بھی تحریر کی گئی ہیں۔ محمد تامر نے مقدمہ الإمام النووی لکتاب المجموع شرح المذهب پر الگ تحقیق کر کے ۱۹۹۹ء میں تاہرہ سے شائع کیا۔ امام النووی نے المجموع کے مقدمے میں فتوے کے آداب اور مفتی اور مستفتی کے

ضمون میں فقہی احکام کو بھی شامل کیا۔ اس ضمون میں Norman Calder نے ایک تحقیقی مقالہ بہ عنوان *Al-Nawawi's Typology of Muftis and its Significance for a General Theory of Islamic Law*

تحریر کیا ہے۔ یہ مقالہ تحقیقی مجلہ *Islamic Law & Society* کے Vol 3, No.2 ۱۹۹۶ء میں شائع ہوا۔ امام النووی نے مقاصد شریعہ کو اپنی کتاب المقادی: ما یحجب معرفتہ من الدین میں بیان کیا ہے۔ امام النووی کے مقاصد شریعہ کو *Al-Maqāṣid: Nawawī's Manual of Islam* کے نام سے ترجمہ اور تحقیق کر کے انگریزی میں Amana Publication نے Nuh Ha Mim Keller کے زیر اہتمام شائع کیا ہے۔ اس کتاب میں فقه شافعی کی انگریزی میں مشہور کتاب *Reliance of the Traveller: Reliance of A classical Manual of Islamic Sacred Law* سے شرح کو شامل کیا گیا ہے۔^(۱۱) احمد ابن نقیب المصری^(۱۲) کی کتاب عمدة السالک وعدة الناسک کا انگریزی ترجمہ the Traveller ہے۔ ابو عبد اللہ محمد بن شرمان الرملی نے المجموع میں امام النووی نے جن احادیث کے درجات مرتب کیے ہیں ان پر تحقیق بے عنوان کتاب اللؤلؤ المصنوع في الأحاديث التي حكم عليها الإمام النووي في كتابه المجموع تحریر کی۔ اس کتاب کو دار رمادی (دمام) نے ۱۴۲۱ھ / ۱۹۹۷ء کو شائع کیا۔ اس کتاب میں مؤلف نے صرف ان احادیث کا ذکر کیا ہے جن پر امام النووی نے حکم لگایا لیکن اس کتاب میں ان احادیث کی تخریج شامل نہیں ہے۔ ناصر بن سعود السالمت نے الأحاديث و الآثار التي حكم الإمام النووي عليها في كتبه تحریر کی۔ یہ کتاب دارالطلس ریاض نے ۱۴۲۰ھ / ۱۹۹۹ء میں شائع کی۔ اس کتاب میں مؤلف نے امام النووی کی سولہ کتابوں بہ شمول المجموع میں موجود احادیث اور آثار کو حروف تہجی کے اعتبار سے مرتب کیا۔ اس کتاب میں بھی مؤلف نے صرف احادیث اور امام النووی کی کتابوں میں جس جگہ یہ احادیث مذکور ہیں ان کا ذکر کیا ہے، لیکن ان احادیث پر حکم نہیں لگایا۔

-۱۱- احمد بن الجلو بن عبد اللہ الروی (ت ۱۳۶۸ھ / ۷۷۶ء) ابن نقیب کے نام سے معروف ہیں ان کے والد انطاکیہ کے روی عیسائی

تھے جو مسلمان ہو گئے اور ان کی تعلیم و تربیت مسلمانوں کے ہاں ہوئی اور ان کو نقیب کا منصب دیا گیا۔

-۱۲- دیکھیے: ابن نقیب، عمدة السالک وعدة الناسک (قطر: الشوؤن الدينية، ۱۹۸۲ء)۔

ان تحریروں کی موجودگی میں مقالہ ہذا کے لیے المجموع میں امام النووی کے منجح کو موضوع بحث بنایا

گیا ہے، تاکہ قرون وسطی کے سنہری دور میں فقہاء اسلام کے نمائندہ منجح کا اس طرح تطبیقی مطالعہ کیا جاسکے کہ عصر حاضر میں تحقیق کرنے والے کلائیک اسلامی مناجت کی تطبیقات کو جان سکیں۔ مقالہ ہذا کو تین اجزاء میں تقسیم کیا گیا ہے۔ مقالے کے پہلے حصے میں امام الشیرازی عَلَیْهِ السَّلَامُ اور المذهب کا تعارف کروایا گیا ہے نیز المذهب کی فقہی مصادر میں حیثیت کو واضح کیا گیا ہے۔ مقالہ کے دوسرے حصے میں امام النووی کے حالات زندگی اور علمی کارنامے بیان کیے گئے ہیں جب کہ اس مقالہ کے آخری جز میں المجموع کی تدوین میں امام النووی کے منجح کا تطبیقی مثالوں کے ساتھ مطالعہ کیا گیا ہے۔

۱- امام الشیرازی عَلَیْهِ السَّلَامُ اور ان کی تصنیف المذهب

فقہ شافعی کے جلیل القدر امام ابراہیم بن علی بن یوسف بن عبد اللہ الشیرازی الفیروز آبادی ایک عظیم الشان فقیہ کے طور پر معروف ہیں۔ ان کی کنیت ابو اسحاق تھی۔ فقہ شافعی کے عالم باعمل فیروز آباد (فارس) میں ۳۹۳ھ میں پیدا ہوئے۔ امام الشیرازی عَلَیْهِ السَّلَامُ نے ابتدائی تعلیم فیروز آباد میں ہی حاصل کی اس کے بعد شیراز آگئے۔ وہاں انہوں نے علوم دینی میں تفہیم حاصل کیا نیز اپنے آپ کو شیراز سے منسوب کیا۔ اس لیے آپ الشیرازی کے لقب سے مشہور ہیں۔^(۱۲) امام الشیرازی نے فارس میں تعلیم و تربیت علی ابی الفرج بن البیضاوی^(۱۳) سے حاصل کی، جب کہ بصرہ میں انہوں نے امام الجوزی^(۱۴) سے علوم دینیہ میں مہارت حاصل کی۔^(۱۵) امام الشیرازی عَلَیْهِ السَّلَامُ ۴۱۵ھ

-۱۳- ابو ذکریا محب الدین سیجی بن شرف النووی، تہذیب الأسماء و اللغات (بیروت: دارالکتب العلمیہ)، ۲: ۲۷؛ تاج

الدین عبد الوہاب بن تفیل الدین الحسکی (ت ۴۷۷ھ)، طبقات الشافعیۃ الکبری، ۲: ۲۷۱، محقق محمود محمود الطنابی،

عبد الفتاح محمد الحلو (دار هجر للطباعة و النشر و التوزیع)، ۲: ۲۰۵۔

-۱۴- ابو عبد اللہ، محمد بن محمد ابن عبد اللہ بن احمد بن محمد البیضاوی، ایک فاضل شافعی فقیہ تھے۔ عبد الملک بن ابراہیم البندانی

کہتے ہیں کہ میں نے ان جیسا ذہین انسان نہیں دیکھا۔

-۱۵- نفس مصدر۔

-۱۶- ابو ذکریا سیجی بن شرف النووی، المجموع شرح المذهب للشیرازی، ت، محمد نجیب المطیعی (بیروت: دار إحياء

التراث العربي)، ۱: ۲۳۳۔

میں بغداد آگئے اور ابو طیب طاہر بن عبد اللہ الطبری^(۱۷) کے ہاں زانوے تلمذ طے کیا۔ انھوں نے ابو بکر البر قافی^(۱۸) اور ابو علی بن شاذان^(۱۹) سے علم حدیث حاصل کیا، جب کہ ابو الفرج محمد بن عبید اللہ الخجوشی سے فقہ شافعی کی کتب کے دروس لیے۔ امام الشیرازی عَلَیْهِ السَّلَامُ سے روایت کیا جاتا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ میں بغداد میں سویا ہوا تھا اور میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس حالت میں دیکھا کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے ہم راہ تھے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ مجھ تک آپ کی کئی احادیث راویوں کے ذریعے پہنچی ہیں، لیکن میں آپ ﷺ سے براہ راست روایت کی سعادت حاصل کرنا چاہتا ہوں تاکہ دنیا میں یہ شرف حاصل کر لوں اور آخرت میں بھی یہ میرے کام آئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: "یا شیخ" آپ ﷺ نے میرا نام 'الشیخ' رکھا اور اس لقب سے مخاطب کیا۔ امام الشیرازی عَلَیْهِ السَّلَامُ اس خواب سے بہت خوش تھے۔ اسی بنا پر امام الشیرازی عَلَیْهِ السَّلَامُ کو فقہ الشافعی میں الشیخ کے لقب سے مخاطب کیا جاتا ہے۔^(۲۰)

امام الشیرازی عَلَیْهِ السَّلَامُ کے زہد و تقوے کے حوالے سے امام النووی نے نقل کیا ہے:

کان زهدًا، ورغاً، متواضعاً، ظريفاً، كريماً، سخيماً، جواداً، طلق الوجه، دائم البشر، حسن المحاوره، مليح المجاورة، وكان يمحكي الحكايات الحسنة، والأشعار المليحة وكان يحفظ منها كثيراً كان يضرب به المثل في الفصاحة.^(۲۱)

-۱۷- قاضی طاہر بن عبد اللہ الطبری ابو طیب کے لقب سے مشہور ہیں۔ ان کا تعلق طبرستان سے تھا لیکن بغداد میں آکر آباد ہو گئے۔ الکرخ میں قضا کے منصب پر فائز رہے۔ ۳۲۸ھ/۹۶۰ء میں پیدا ہوئے اور ۴۵۰ھ/۱۰۵۸ء میں ان کی وفات ہو گی۔

-۱۸- ابو بکر احمد بن محمد بن احمد بن غالب المعروف بالبر قافی (۳۳۶ھ-۴۲۵ھ) حدیث کے عالم تھے۔ آپ خوارزم کے تھے لیکن پھر بغداد پہنچے اور وہیں وفات پائی۔

-۱۹- الحسن بن احمد بن ابراہیم بن الحسن ابن شاذان (۳۳۹ھ-۴۳۵ھ) بغدادی محدث ہیں۔ آپ کی تصانیف میں حدیث شعبة بن الحجاج، الشیخة الصغیرۃ وغیرہ شامل ہیں۔

-۲۰- النووی، تہذیب الأسماء، ۲: ۲۷۳؛ شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن عثمان بن قیماز الدہبی (۴۳۸ھ)، سیر أعلام النبلاء، المحقق مجموعة من المحققين بإشراف الشيخ شعیب الأرناؤوط (بیروت: موسسسة الرساله، ۱۴۰۵ھ/۱۹۸۵ء)، ۱۸: ۴۵۲، ابو الفداء اسماعیل بن عمر ابن کثیر (ت ۴۷۷ھ)، طبقات الشافعیین، تحقیق احمد عمر ہاشم، محمد زین حمود عذب (مکتبۃ الثقافة الدينیة، ۱۴۱۳ھ/۱۹۹۳ء)، ۱: ۴۶۲۔

-۲۱- النووی، تہذیب الأسماء، ۲: ۲۷۳۔

آپ زاہد، صاحب ورع، متواضع، بذل سخ، کریم النفس، سخنی، کشادہ دست، خندہ جیں، بہس مکھ، خوش گواہ و شگفتہ ہم نشین تھے۔ عمدہ قصے اور دل چسپ اشعار بیان کرتے تھے۔ جن میں سے بہت سی چیزیں انھیں از بر تھیں۔ فصاحت میں آپ کی مثال پیش کی جاتی تھی۔

امام النووی کے بہ قول امام الشیرازی رحمۃ اللہ علیہ دینی علوم و فنون کے ماہر تھے۔ انھوں نے بہت سی مفید تصانیف تحریر کیں۔ آپ ایک ایسے عابد اور زاہد تھے جو دنیا سے کوئی غرض نہیں رکھتے تھے۔ ان کی نظر صرف آخرت پر تھی۔ انھوں نے اپنے آپ کو دین اسلام کی نصرت و تائید کے لیے وقف کیا ہوا تھا۔^(۲۲)

امام الشیرازی رحمۃ اللہ علیہ طلبہ کے لیے مرجع خاص تھے۔ تمام علاقوں سے طلبہ ان سے کسب فیض اور فتویٰ لینے کے لیے حاضر ہوتے تھے۔ وہ مناظرے کے ماہر تھے۔ وزیر نظام الملک^(۲۳) نے ان کے لیے دریاء و جلد کے کنوارے المدرسة النظامیہ قائم کیا اور وہ اس مدرسے میں اپنی وفات ۷۴۲ھ تک درس دیتے رہے۔ امام الشیرازی کا انتقال بغداد میں ہوا۔ ان کی نماز جنازہ امیر المومنین المقتدی بامر اللہ^(۲۴) نے پڑھائی اور انھیں ابرز کے مقبرے میں دفن کیا گیا۔

امام الشیرازی رحمۃ اللہ علیہ نے ہمارا نیساپور اور بغداد وغیرہ میں درس حدیث دیا۔ ان سے روایت کرنے والوں میں حافظ ابوکبر الخظیب،^(۲۵) ابوالولید الباجی،^(۲۶) امام ابو عبد الحمیدی،^(۲۷) ابو القاسم المسمر قدی،^(۲۸) اور

-۲۲ - النووی، المجموع، ۱: ۲۳؛ النووی، تہذیب، ۲: ۳۷۔

-۲۳ - الحسین بن علی بن اسحاق الطوسی قوام الدین نظام الملک کے لقب سے مشہور ہیں۔ وہ الہ ارسلان اور ملک شاہ کے تقریباً ۳۰ سال وزیر رہے۔ اہل علم سے ان کا گہرا تعلق تھا۔ ۳۰۸ھ / ۱۰۱۸ء میں ان کی پیدائش ہوئی اور ۳۸۵ھ / ۱۰۹۲ء میں ان کی وفات ہوئی۔

-۲۴ - ۳۶۸ء میں خلیفہ القائم بامر اللہ کی وفات کے بعد ابو القاسم عبد اللہ بن النجیرہ القائم بامر اللہ المعروف المقتدی بامر اللہ کی بہ طور خلیفہ بیعت کی گئی۔ وہ ۱۹۱۹ء خلیفہ رہے اور ان کی وفات ۷۴۸ھ میں ہوئی۔ ان کے بیٹے اور ولی العہد المستظہب بالله نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔

-۲۵ - ابوکبر احمد بن عبد الحمید بن علی بن ثابت المعروف بالخطیب البغدادی، معروف مؤرخ ہیں جن کی تاریخ مشہور ہے۔

-۲۶ - ابوالولید سلیمان بن خلف الباجی (۴۰۳ھ - ۴۷۳ھ) مالکی فقیہ، حدث، قاضی اور اندلسی شاعر ہیں۔

-۲۷ - ابو عبد اللہ محمد بن ابی نصر الحمیدی الاندلسی (۴۰۰ھ - ۴۸۸ھ)، امام حافظ اور ظاہری فقیہ ہیں۔

-۲۸ - ابو القاسم اسماعیل بن احمد المسمر قدی (۴۵۶ھ) حدث اور فقیہ ہیں۔ دمشق میں پیدا ہوئے۔

ابوالبدرا براہیم بن محمد الکرخی^(۲۹) اور دیگر کئی علمائے عالی شاہل بیں۔^(۳۰) الموقف حنفی نے انھیں امیر المومنین فی الفقه قرار دیا ہے۔^(۳۱) قاضی القضاۃ ابو الحسن الماوردی کا کہنا ہے کہ میں نے ابی اسحاق کی طرح کا عالم نہیں دیکھا۔ اگر امام شافعی ان کو دیکھتے تو یقیناً ان کی تعریف کرتے۔^(۳۲)

امام الشیرازی رحمۃ اللہ علیہ نے کئی اہم کتابیں تحریر کی ہیں۔ ان کتابوں میں التنبیہ،^(۳۳) التبصرة فی أصول الفقه،^(۳۴) طبقات الفقهاء،^(۳۵) اللمع فی أصول الفقه^(۳۶) اور المعونة فی الجدل^(۳۷) شامل ہیں۔

المهذب امام الشیرازی رحمۃ اللہ علیہ کی معرب کردہ آراء کتاب ہے۔ اس کتاب میں امام الشیرازی نے فقہ شافعی کے تراث کو جمع کیا۔ انھوں نے فقہ شافعی کی کتابوں اور مصنفات میں موجود مواد کو مبسوط طریقے سے اس کتاب میں پیش کیا۔ بعض مواقع پر انھوں نے متنوع فقہی آراء کو بیان کرنے کے بعد ترجیحی اقوال کی نشان دہی بھی کی ہے۔

-۲۹ ابوالقاسم ابراہیم محمد الکرخی، اصطخر کے عالم ہیں۔ کشف الظنوں میں آپ کا نام ابو زید محمد بن سہل رحمۃ اللہ علیہ لکھا ہے۔

-۳۰ دیکھیے: النووی، تہذیب، ۲: ۳۷۱، الذہبی، سیر أعلام النبلاء، ۱۸: ۳۵۲، ابو اسحاق ابراہیم بن علی بن یوسف بن عبد اللہ الشیرازی الغیروز آبادی، المہذب فی فقه الإمام الشافعی، تحقیق: محمد الزحلی (دمشق: دارالقلم، ۱۴۳۱ھ/۱۹۹۶ء)۔ المہذب کو دارالکتب العلمیہ نے بھی شائع کیا ہے۔

-۳۱ النووی، المجموع، ۱: ۲۵۔

-۳۲ الگنی، طبقات، ۲: ۲۱۷؛ الذہبی، سیر أعلام النبلاء، ۱۸: ۳۵۹۔

-۳۳ دیکھیے: ابو اسحاق ابراہیم بن علی بن یوسف الشیرازی، التنبیہ فی الفقہ الشافعی، عالم الكتب نے اس کتاب کو ایک جلد میں شائع کیا۔

-۳۴ دیکھیے: ابراہیم بن علی الشیرازی، التبصرة فی أصول الفقه، تحقیق: محمد حسن بیڑہ (دمشق: دارالفکر، ۱۴۰۳ھ)، یہ کتاب بھی ایک جلد پر مشتمل ہے۔

-۳۵ الشیرازی، طبقات الفقهاء، تہذیب، محمد بن کمرابن منظور (ت ۱۱۷ھ)، تحقیق، احسان عباس (بیروت: دارالرائد العربی، ۱۹۷۰ء)۔

-۳۶ الشیرازی، اللمع فی أصول الفقه (دارالکتب العلمیہ، ۱۴۲۲ھ / ۲۰۰۳ء)، یہ کتاب ایک جز پر مشتمل ہے۔

-۳۷ الشیرازی، المعونة فی الجدل، تحقیق، علی عبدالعزیز الحمیری (کویٹ: جمیعۃ إحياء التراث الإسلامی، ۱۴۰۷ھ)۔ یہ کتاب بھی ایک جلد پر مشتمل ہے۔

المهذب کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے کیا جاسکتا ہے کہ امام الشیرازی رحمۃ اللہ علیہ کے دور ہتی میں اس کی حیثیت فقہ شافعی کے مصدر کے طور پر معروف ہو گئی۔ امام الرافعی^(۲۸) اور امام النووی کے دور تک یہ کتاب فقہ شافعی کا فتوی دینے کا مصدر و مرجع تصور کی جاتی تھی۔^(۲۹)

امام الشیرازی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب کا تعارف کرواتے ہوئے خود لکھتے ہیں:

هذا كتاب مهذب أذكر فيه إن شاء الله أصول الشافعي رحمه الله بأدلةها وما تفرع على أصوله من المسائل المشكلة بعللها. إلى الله عزو جل أرجub وياه أسأل أن يوفقني فيه لمرضاته وأن ينفعني به في الدنيا والآخرة إنه قريب مجتب و على ما يشاء قدير وما توفيقي إلا بالله عليه توكلت وإليه أنيب وهو حسيبي ونعم الوكيل.^(۳۰)

یہ کتاب مہذب ہے جس میں، میں ان شااللہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے اصول مع دلائل اور ان پر متفرع ہونے والے مسائل کو علتوں کے ساتھ ذکر کروں گا۔ اللہ ہی کی طرف میں متوجہ ہوتا ہوں اور اسی سے اس بات کا سوال کرتا ہوں کہ مجھے اس کام میں اپنی رضا کے لیے توفیق دے اور اس کے ذریعے دنیا اور آخرت میں مجھے نفع دے۔ یقیناً وہ قریب اور دعا کا جواب دینے والا ہے اور جو چاہتا ہے، اس پر قادر ہے۔ میری توفیق اللہ ہی کے پاس ہے، اسی پر میں بھروسہ کرتا ہوں اور اسی کی طرف رجوع، وہ میرے لیے کافی اور بہترین کار ساز ہے۔

امام الشیرازی رحمۃ اللہ علیہ خود فرماتے ہیں کہ میں نے المہذب کی تحریر کا آغاز ۱۴۵۳ھ میں کیا اور ۱۴۶۹ھ میں

اس کی تکمیل کی۔^(۳۱) اس کتاب میں امام الشیرازی رحمۃ اللہ علیہ نے شافعی فقہ کے اصول بیان کیے ہیں، نیز فقہ شافعی کے احکام کا ذکر کیا ہے اور بتایا ہے کہ یہ احکام کس طرح قرآن حکیم، احادیث رسول ﷺ، اجماع، قیاس اور عقلی دلائل سے مستنبط کیے گئے ہیں۔ امام الشیرازی رحمۃ اللہ علیہ کا اس کتاب میں اسلوب نسبتاً سہل ہے۔ عبارت ادیبانہ ہے اور بعد کے دور میں فقہی کتب میں جو غوض کارواج ہو گیا، یہ کتاب اس سے کسی حد تک مبراہے۔ امام الشیرازی رحمۃ اللہ علیہ

-۳۸ عبد الکریم بن محمد عبد الکریم ابو القاسم الرافعی القزوینی الشافعی (۷۵۵ھ - ۷۲۳ھ) کبار شافعی فقهاء میں سے تھے۔ قزوین میں تفسیر حدیث کے معلم بھی تھے۔ ان کی تصنیفات میں سے شرح مسنند الشافعی اور التدوین فی ذکر أخبار قزوین وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

-۳۹ خیر الدین الزركلی، الأعلام (بیروت: دارالعلم للملائین، ۲۰۰۲ء)، ۱: ۲۳۲۔

-۴۰ الشیرازی، المہذب، ۱: ۳۸۔

-۴۱ النووی، تہذیب الأسماء و اللغات، ۲: ۲۷۳۔

المذهب کی ہر فصل مکمل کرنے بعد دور کعتین ادا کرتے تھے۔ امام النووی المذهب کی اہمیت کے بارے میں کہتے

ہیں:

ثم إن أصحابنا المصنفون رضي الله عنهم أجمعين وعن سائر المسلمين، أكثروا التصانيف كما قدمنا، وتنوعوا فيها كما ذكرنا، واشتهر منها لتدريس المدرسين، وبحث المشغلين: المذهب والوسیط وما كتبان عظیمان، صنفهما إمامان حلیلان: أبو أسحاق ابراهیم بن علی بن یوسف الشیرازی، و أبو حامد محمد بن محمد الغزالی رضی الله عنہما، وتقبل ذلك و سائر أعمالهما منها۔^(۲۲)

ہمارے اہل تصنیف اصحاب (الله ان سب اور تمام مسلمان علماء راضی ہو۔) نے کثرت سے تصانیف کی ہیں، جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا۔ انہوں نے ان تصانیف میں تنویر سے کام لیا ہے جیسا کہ ہم نے ذکر کیا۔ ان کتابوں میں سے مدرسین کی تدریس اور اہل تحقیق کی جست جو کے لیے المذهب اور الوسیط مشہور ہوئی ہیں۔ یہ دو عظیم کتابیں ہیں، جنہیں جلیل الفدر الحکمہ، ابو اسحاق ابراہیم بن علی بن یوسف الشیرازی اور ابو حامد محمد بن محمد بن محمد الغزالی نے تصنیف کیے۔ اللہ ان دونوں سے راضی ہو اور یہ اور ان کے تلامیذ کا مقبول فرمائے۔

المذهب ایک جلیل الفدر کتاب ہے۔ اس کتاب سے فہرست انتباہ احکام کے لیے استفادہ کرتے ہیں، کیوں کہ اس کتاب میں فروع کو دلائل سمیت پیش کیا گیا ہے۔ امام الشیرازی رحمۃ اللہ علیہ نے المذهب میں جس اسلوب کو اختیار کیا ہے اس کا ایک نمونہ حسب ذیل ہے۔

كتاب الطهارة

باب ما تجوز به الطهارة من الميا وما لا تجوز

يجوز رفع الحديث وإزالة النجس بالماء المطلق وهو منزل من السماء أو نبع من الأرض، فما نزل

من السماء ماء المطر وذوب الثلج والبرد، والأصل فيه قوله عزوجل J H G M I L

K L M L ^(۲۳) وما نبع من الأرض ماء البحار وماء الأنهر وماء الآبار والأصل فيه

قوله ﷺ في البحر هو الطهور مأوه الحل ميته وروي أن النبي توضأ من بئر بضاعة.^(۲۴)

-۲۲ - النووی، المجموع، ۱: ۲۲

-۲۳ - القرآن ۸: ۱۱

-۲۴ - ابو داؤد سلیمان بن الاشعث السجستانی، سنن أبي داؤد، کتاب الطهارة، باب ماجاء في بئر بضاعة (بیروت:

المکتبة العصریة)، حدیث ۲۶۔

فصل: ولا يكره من ذلك إلا ما قصد إلى تشميسيه فإنه يكره الوضوء به ومن أصحابنا من قال:

لا يكره ماتشمس بنفسه في البرك والأنهار، والمذهب الأول والدليل عليه ما روي أن النبي ﷺ قال لعائشة رضي الله عنها وقد سخنست ماء بالشمس يا حميرة، لا تفعلي هذا فإنه يورث البرص ويخالف ماء البرك والأنهار لأن ذلك لا يمكن حفظه من الشمس فلم يتعلق به المنع، فإن خالفه وتوضأ به صحيحة الوضوء، لأن المنع منه لخوف الضرر فلم يمنع صحة الوضوء لأن المنع منه لخوف الضرر فلم يمنع صحة الوضوء كما لو توضأ بما يخاف من حره أو بردہ.

(۲۵) كتاب الطهارة۔

یہ باب ان پانیوں کے بیان میں ہے جن کے ذریعے وضو کرنا جائز ہے اور جن کے ذریعے نہیں۔

نپاکی کا دور کرنا اور نجاست کا ازالہ کرنا عام پانی سے، جو آسمان سے اتا ہو یا زمین سے لکھا ہو، جائز ہے، چال چ بارش اور برف اور الوں کے بچھنے سے حاصل شدہ پانی کے بارے میں اصل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے کہ: وہ ذات آسمان سے تم پر پانی برساتی ہے تاکہ تمھیں اس کے ذریعے طہارت عطا کرے۔ زمین سے نکلنے والے پانی میں سمندروں، دریاؤں اور چشمیں کا پانی شامل ہے۔ سمندری پانی کے بارے میں اصل نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان ہے: اس کا پانی پاک اور اس کا مردہ حلال ہے۔ روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے بضائع کے کنوں سے وضو فرمایا۔

فصل: ان پانیوں میں سے صرف وہی مکروہ ہیں جنہیں خود دھوپ دی گئی ہو، کیوں کہ ان سے وضو کرنا مکروہ ہے۔ ہمارے اصحاب میں سے بعض کا کہنا ہے کہ تالابوں اور دریاؤں کا جو پانی خود وہی دھوپ سے گرم ہو جائے، وہ مکروہ نہیں ہے۔ پہلا مذہب اور اس کی دلیل وہ روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت عائشہ رضي الله عنها سے فرمایا، جب کہ انہوں نے کچھ پانی دھوپ کے ذریعے گرم کر کھاتا: حمیرا! یوں نہ کرو کیوں کہ یہ برص پیدا کرتا ہے۔ تالابوں اور دریاؤں کے پانی کا حکم اس کے بر عکس ہے، کیوں کہ اس کو دھوپ سے بچانا ممکن نہیں ہوتا، اس لیے ممانعت کا حکم اس کے بارے میں نہیں ہو گا۔ تاہم اگر کسی نے اس کے خلاف کرتے ہوئے ایسے پانی سے وضو کر دی تو وضو صحیح ہو جائے گا کیوں اس کی ممانعت نقصان کے خوف سے تھی، اس لیے وضو کے صحیح ہونے کی ممانعت نہ ہو گی۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے کوئی ایسے پانی سے وضو کر لے جس کی محدث کیا گری سے (نقصان کا) اندر یہ ہو۔

اس مثال سے واضح ہوتا ہے کہ امام الشیرازی رحمۃ اللہ علیہ سلف کے نقش قدم پر چلتے ہوئے مسائل بیان کرتے ہوئے سب سے پہلے قرآن پاک پھر حدیث رسول ﷺ اور اس کے بعد فقہا کے اقوال سے استشهاد کرتے تھے؛ تاہم امام الشیرازی رحمۃ اللہ علیہ نے جن احادیث سے استفادہ کیا، نہ ان کی تخریج کی اور نہ ان پر حکم لگایا، اسی طرح فقہاء

شافعی کے اقوال کا ذکر کرتے ہوئے بھی بعض اوقات و من أصحابنا من قال کہہ کر قول ذکر کر دیا، لیکن صاحب قول کے متعلق غموض کو ختم نہ کیا؛ انھی اسباب کی بنابر المذهب سے کماحہ استفادے کے لیے اس کی شرح سے رجوع کرنا لازمی ہو جاتا ہے۔

۲- امام النووی اور ان کی تصنیف المجموع

شیخ الاسلام امام النووی کی کنیت ابو زکریا تھی اگرچہ انھوں نے شادی کی اور نہ ہی ان کی اولاد تھی، لیکن ابو زکریا کنیت کو اختیار کیا، جب کہ ان کا نام یحییٰ بن شرف مری بن حسن تھا۔ فقہ شافعی کے عظیم امام مجی الدین کے لقب سے مشہور تھے۔ امام النووی ۱۳۳ھ میں شام میں واقع نوی^(۲۶) نام کے علاقے میں پیدا ہوئے اور اسی مناسب سے امام النووی کے نام سے مشہور ہوئے۔ وہ ایک فقیہ ہونے کے ساتھ ساتھ حافظ حدیث، ماہر لغت اور مفسر کی حیثیت سے بھی معروف ہیں۔ امام النووی نے ابتدائی تعلیم اپنے قصبه سے حاصل کی۔ النووی کے استاد شیخ یاسین بن یوسف الزركشی^(۲۷) کہتے ہیں کہ میں نے مجی الدین النووی کو دس سال کی عمر میں دیکھا، وہ بچوں کے ساتھ کھیل کو دیں دل چپی نہیں رکھتے تھے اور اس عمر میں بھی تلاوت کلام پاک سے شعف رکھتے تھے۔ اس چیز نے میرے دل میں ان کے لیے محبت ڈال دی۔ ان کے والد نے انھیں اپنے کاروبار میں شامل کرنا چاہا، لیکن وہ کاروباری خرید و فروخت کے بجائے قرآن پاک کے علم سے دل چپی رکھتے تھے۔^(۲۸) وہ انیس سال کی عمر میں دمشق آئے اور وہاں المدرسة الرواحیہ میں تقریباً دو سال طلب علم کے لیے مقیم رہے۔^(۲۹)

امام النووی نے فقہ، اصول فقہ، حدیث، علوم حدیث، لغت، نحو، تصریف، منطق اور توحید کی تعلیم حاصل کی۔ امام النووی حدیث اور اس کے فنون کے عالم تھے۔ انھوں نے فقہ شافعی میں تفہیم حاصل کیا اور اپنی

۲۶- نوی کے مقام پر عصر حاضر میں عامرہ نام کا قصبہ ہے۔ یہ درعا شہر کے قریب ہے۔ یہ علاقہ دمشق کے جنوب میں واقع ہے۔

۲۷- ان کا پورا نام یحییٰ بن عبد اللہ المعری ہے جب کہ وہ الحجام، الأسود، الصالح کے القاب سے مشہور ہوئے۔

۲۸- تقی الدین ابو بکر بن احمد بن محمد بن عمر الاسدی الشبیب البدمشقی (ت ۸۵۱ھ)، طبقات الشافعیہ، ت، حافظ عبدالعزیز غان

(بیروت: دارالنشر، عالم الكتب، ۱۴۰۷ھ، ۲: ۱۵۳)۔

۲۹- الزركشی، الأعلام، ۸: ۱۳۸۔

مہارت کی وجہ سے انہے میں شمار کیے جانے لگے۔ امام النووی کی تعلیم اور اسلوب تربیت کا اندازہ اس نصاب سے کیا جاسکتا ہے جس کا انھوں نے مطالعہ کیا؛ چنانچہ اس ضمن میں روایت کی جاتی ہے کہ:

إنه كان يقراء كل يوم اثنى عشر درسا على المشايخ شرحاً و تصحيحاً درسين في الوسيط^(۵۰) و
درسا في المذهب و درسا في الجمع بين الصحيحين^(۵۱) و درسا في صحيح مسلم و درسا في
اللهم لابن جني^(۵۲) و درسا في إصطلاح المنطق لابن السكري^(۵۳) و درسا في التصريف
ودرسا في أصول الفقه تارةً في اللهم لأبي إسحاق و تارةً في المنتخب لفخر الدين و درسا في
أسماء الرجال و درسا في أصول الدين.^(۵۴)

آپ روزانہ مشائیخ کے پاس بارہ سابق شرح و بسط کے ساتھ پڑھتے تھے؛ و سبق الوسيط کے، ایک سبق المذهب کا، ایک سبق الجمع بين الصحيحين کا، ایک سبق صحيح مسلم کا، ایک ابن جنی کی اللهم کا، ایک سبق ابن السكري کی إصلاح المنطق کا، ایک سبق علم تصريف کا، ایک سبق اصول فقہ کا (بھی ابو اسحاق کی اللهم سے اور بھی فخر الدین کی المنتخب سے)، ایک سبق اسماء الرجال کا اور ایک سبق اصول دین کا۔

امام النووی اپنی تعلیم و تربیت کی نوعیت کے بارے میں کہتے ہیں:

- ۵۰- اس کتاب کا پرانام الوسيط في المذهب ہے، جب کہ اس کتاب کے مؤلف ابو حامد محمد بن محمد الغزالی الطوسی (ت ۵۰۵ھ) ہیں یہ فقہ شافعی کی متداول کتب میں سے ہے اور کئی محققین نے اس کی شرح، تہذیب اور اختصار کے حوالے سے کوششیں بھی کی ہیں۔ اس کتاب کو دارالإسلام، القاہرہ نے احمد محمود ابراہیم اور محمد محمد تامد کی تحقیق سے ۱۴۱۷ھ میں شائع کیا۔

- ۵۱- الجمع بين الصحيحين میں امام الازدی الحمیدی (ت ۸۸۸ھ) نے صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی احادیث کو جمع کیا۔ اس کو دارالہن حرم بیروت نے علی حسین ابواب کی تحقیق کے ساتھ دوسری مرتبہ ۱۴۲۳ھ/۲۰۰۲ء میں شائع کیا۔

- ۵۲- اللهم في العربية ابو الفتح عثمان بن جنی الموصلي (ت ۹۶۲ھ) کی کتاب ہے۔ دارالكتب الثقافية کویت نے اس کتاب کو فائز فارس کی تحقیق کے ساتھ شائع کیا۔

- ۵۳- ابو یوسف یعقوب بن اسحاق ابن السكري (ت ۲۲۲ھ)، إصلاح المنطق، تحقیق محمد مرغب (بیروت: دار إحياء التراث العربي، ۱۴۲۳ھ/۲۰۰۲ء)۔

- ۵۴- ابن قاضی شہ، طبقات الشافعیہ، ۲: ۱۵۳؛ الذہبی، تذکرة الحفاظ، ۲: ۱۷۳۔

كنت أعلم جميع ما يتعلّق بها من شرح مشكل ووضوح عبارة وضبط لغة، وبارك الله في وقتي وخطر لي الاشتغال بعلم الطب فاشترى كتاب القانون فيه وعزمت على الاشتغال فيه فأظلمت على قلبي و بقيت أياما لا أقدر على الاشتغال بشيء، ففكّرت في أمرِي وَمَنْ أين دخل على الداخل، فألمّنني الله أن سببِي اشتغالِي بالطب، فبعثَ القانون في الحال فاستثار قلبي وقد سمع الحديثُ الكثير وأخذ علمَ الحديث عن جماعة من الحفاظ.

(٥٥)

میں اس سے متعلق مشکل امور کی وضاحت، عبارت کی تو پڑھنے، لغوی ضبط جیسے تمام امور پر تعلیق نویسی کرتا تھا۔ اللہ نے میرے وقت میں برکت دی اور علم طب میں مشغول ہونے کا خیال آیا، چنانچہ میں نے طب میں کتاب القانون خریدی اور اس میں مشغولیت کا عزم کر لیا، لیکن اس سے میرے دل میں ظلمت سی پیدا ہو گئی اور میں کئی دن ایسی کیفیت میں رہا کہ کچھ بھی نہ کر سکا۔ میں نے اپنے احوال پر غور و فکر شروع کیا کہ مجھ میں یہ کیفیت کہاں سے آئی ہے تو اللہ نے یہ بات سمجھائی کہ اصل میں اس کا سبب طب کی مشغولیت ہے۔ میں نے فوراً القانون فتح ڈالی تو میرا دل روشن ہو گیا۔ امام نووی رض نے حدیث کا بہت سامع کیا اور حفاظت کی ایک جماعت سے علم حدیث حاصل کیا۔

امام النووی نے کتاب الکمال عبد الغنی علی البقاء خالد النابسی (٥٦) سے پڑھی۔ صحیح مسلم کی شرح انھوں نے ابو اسحاق المرادی (٥٧) سے پڑھی۔ اصول فقہ میں ان کے استاد قاضی ابو الفتح تقلیسی (٥٨) تھے۔ فقہ

- ٥٥ - نفس مصدر۔

- ٥٦ - ان کی کنیت ابوالبقة تھی جب کہ پورا نام خالد بن یوسف بن سعد تھا۔ نابس کی نسبت کی وجہ سے النابسی کے لقب سے مشہور ہوئے ۲۶۳ھ میں ان کی وفات ہوئی۔

- ٥٧ - ان کی کنیت ابواسحاق، جب کہ پورا نام ابراهیم بن عیسیٰ ہے۔ چوں کہ ان کا تعلق اندلس سے تھا، اس لیے المرادی الاندلسی الشافعی کے لقب سے مشہور ہوئے۔ ان کی وفات ۲۶۸ھ میں ہوئی۔

- ٥٨ - ان کی کنیت ابوالفتح ہے، جب کہ ان کا نام عمر بن بندار بن عمر بن علی بن محمد ہے، ۲۷۲ھ میں ان کی وفات ہوئی۔ تقلیسی کی نسبت تقلیس نام کے شہر سے ہے جو کہ آذربائیجان میں واقع ہے۔

میں ان کے استاد شمس الدین عبد الرحمن بن نوح المقدسی، عز الدین عمر بن اسعد الاربلي^(۵۹) اور کمال الدین سلار الاربلي^(۶۰) وغیرہ تھے۔^(۶۱)

۲۶۵ھ میں ابو شامہ^(۳۲) کی وفات کے بعد امام النووی دارالحدیث الأشرفیہ کے نگران مقرر ہوئے۔ آپ انتہائی متقدی نیک اور پرہیز گار تھے۔ ان کے شاگرد ابن عطار^(۶۲) کہتے ہیں کہ امام النووی اپنا تمام تر وقت تعلیم و تصنیف میں صرف کرتے تھے، بہت کم سوتے تھے، ان کا خیال تھا کہ زیادہ کھانے سے انھیں نیند آجائے گی، اس لیے دن میں ایک مرتبہ کھانا کھاتے تھے۔ انھوں نے شادی بھی نہیں کی اور اپنی زندگی تصنیف و تالیف کے لیے وقف کر دی۔ ابن عطار نے امام النووی کے تفصیل حالات زندگی بھی تحریر کیے ہیں۔^(۶۳)

امام النووی نے کئی کتب تصنیف کیں۔ ان کی معروف تصنیفات میں تہذیب الأسماء واللغات،

منهاج الطالبین، تصحیح التنبیہ للشیرازی، لغات التنبیہ، المنهاج في شرح مسلم، التقریب والتیسیر، الأذکار من کلام سید الأبرار السُّمِی حلیة الأبرار و شعار الأخیار، خلاصۃ الأحكام من مهارات السنن و قواعد الإسلام، و ریاض الصالحین من کلام سید المرسلین، بستان العارفین ، الإیضاح في مناسک الحج و العمرۃ، روضۃ الطالبین، التبیان في داب حملة

-۵۹- ان کا پورا نام ابو سحاق بن احمد ہے، وہ المغری اور المقدسی کے لقب سے مشہور ہیں ان کی وفات (ت ۲۵۰ھ) میں ہوئی۔

-۶۰- ان کا پورا نام عز الدین عمر بن اسعد بن ابو غالب الاربلي تھا۔ آپ ۲۷۵ھ میں فوت ہوئے۔ امام النووی کے شیوخ میں سے تھے۔

-۶۱- ابو الحسن سلار بن الحسن الاربلي الجبلی الدمشقی کے لقب سے مشہور ہیں۔ ان کی تاریخ وفات ۲۷۰ھ ہے۔ الاربلي کی نسبت اربل سے ہے جو کہ موصل کے راستے میں ایک مشہور قلعہ ہے۔

-۶۲- الکبی، طبقات، ۸: ۳۹؛ الذہبی، تذکرة الحفاظ، ۱: ۷۳۔

-۶۳- شہاب الدین ابو القاسم المعروف بابی شامہ (۵۹۹ھ - ۲۶۵ھ) فقیہ، مورخ، قاری اور نحوی تھے۔ عز الدین بن عبد السلام، ابن عساکر اور آمدی کے شاگرد ہیں۔

-۶۴- علاء الدین علی بن ابراہیم بن داؤد بن سلیمان بن العطار ۲۵۳ھ میں پیدا ہوئے۔ وہ امام النووی کے ساتھ منلک رہے، اس لیے انھیں مختصر النوی بھی کہا جاتا ہے۔ ان کی بہت ساری تحریریں ہیں۔ ۲۷۳ھ میں ان کا انتقال ہوا۔

-۶۵- دیکھیے: علاء الدین علی بن ابراہیم ابن العطار، تحفۃ الطالبین فی ترجمۃ الإمام حسی الدین، تحقیق مشہور بن حسن آل سلمان، (الدار الأثریة عمان /الأردن، الطبعة الأولى، ۱۴۲۸ھ / ۲۰۰۷ء)، ۳۹۔

القرآن، مختصر التبيان، المقاصد، مختصر طبقات الشافعية لابن الصلاح، مناقب الشافعي، المبهمات من رجال الحديث، الأربعون النووية اور الإرشاد في علوم الحديث جیسی عظیم تصنیف شامل ہیں۔

امام النووی کے شاگردوں میں اس دور کے کئی ممتاز عالم اور فقہاء شامل تھے جن میں ابن جعوان،^(۲۶) ابو الفتح البعلی الحنبلی،^(۲۷) ابن العطار، ابن ہلال الجعفری،^(۲۸) قاضی حرز اللہ الاربوی،^(۲۹) جمال العین الاذری الزرعی،^(۳۰) عبد الرحمن المنذنی^(۳۱) اور ابن القیوب شامل ہیں۔

امام النووی اپنے دور کے حکم رانوں کو عوام کی حالت زار سے خط و کتابت کے ذریعے آگاہ کرتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے مختلف بادشاہوں کو خطوط لکھے اور ان کی توجہ عامۃ الناس کے مسائل کی طرف مبذول کروائی۔^(۳۲) ۲۷۶ھ میں امام النووی بیت المقدس کی زیارت کے لیے گئے۔ واپسی پر اپنے آبائی علاقے نوی تشریف لے گئے۔ وہاں پر بیمار ہوئے اور وہیں ۲۷۶ھ میں ان کی وفات ہو گئی؛ چنانچہ ان کو اسی آبائی علاقے ہی میں دفن کر دیا گیا۔^(۳۳)

۳۔ تدوین المجموع میں امام النووی کا منجح

المهذب کی شرح المجموع امام النووی کی فقہہ شافعی میں عظیم الشان تصنیف ہے۔ اگرچہ المہذب کی کئی شروع تحریر کی گئیں، لیکن جتنی اہمیت اور شہرت المجموع کو حاصل ہوئی وہ کسی اور کتاب کو نصیب نہیں ہوئی۔

-۲۶۔ ان کا پورا نام اشیخ شہاب الدین احمد بن محمد بن عباس بن جعوان ہے۔ ۲۹۹ھ میں ان کی وفات ہوئی۔

-۲۷۔ شمس الدین محمد بن ابی الفتح البعلی الحنبلی کی ۴۰۹ھ میں وفات ہوئی۔

-۲۸۔ قاضی صدر الدین سلیمان بن ہلال الجعفری کی وفات ۲۵۷ھ میں ہوئی۔

-۲۹۔ قاضی شہاب الدین احمد بن ابی بکر بن حرز اللہ الاربوی کی وفات ۲۷۷ھ میں ہوئی۔

-۳۰۔ قاضی القضاۃ سلیمان بن عمر بن سالم جمال الدین الاذری الزرعی کی وفات ۳۳۷ھ میں ہوئی۔

-۳۱۔ ابو الحجاج یوسف بن عبد الرحمن المنذنی کی وفات ۲۸۲ھ میں ہوئی۔

-۳۲۔ الذہبی، تذکرة الحفاظ، ۲: ۱۷۶۔

-۳۳۔ ابن العطار، تحفة الطالبین، ۳: ابن قاضی شہبہ، طبقات الشافعیة، ۲: ۱۵۶؛ الذہبی، مصدر سابق، ۳: ۱۷۳۔

المذهب فقه شافعی کے مصدر کی حیثیت رکھتی ہے۔ المذهب کی اہمیت کے پیش نظر اس کی مختصر اور طویل شروع تحریر کی گئیں۔ بعض مکمل ہوئیں اور بعض مکمل نہ ہو سکیں۔ ان شروع کے ذریعے المذهب کی تعقیب کی گئی اور اس کے مندرجات کی تصحیح و توضیح بھی کی گئی نیز ان شروع میں المذهب کے الفاظ کے غرض کی وضاحت بھی کی گئی ہے اور اس کے مشکل الفاظ کو آسان پر اے میں واضح کیا گیا ہے۔ اس میں وارد احادیث اور آثار کی تخریج بھی کی گئی ہے۔

امام الشیرازی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ابو علی حسن بن ابراہیم الفارقی نے المذهب کی پہلی شرح فوائد علی المذهب تحریر کی۔ موفق الدین صالح بن ابی بکر المقدسی نے أحکام المذهب مما خرجه صاحب المذهب کے نام سے ایک شرح تحریر کی۔ ضیاء الدین عثمان بن عیسیٰ الہدبانی المارانی (ت ۲۶۲ھ) نے الاستقصاء لذاهب العلماء و الفقهاء کے نام سے المذهب کی شرح تحریر کی۔ المذهب میں چوں کہ مشکل اور بہت سارے غریب الفاظ بھی استعمال کیے گئے ہیں اس لیے کئی علمانے اس کے الفاظ کی تشریح بھی کی ہے۔ اس ضمن میں کئی کتابیں تحریر کی گئیں جن میں محمد بن احمد بن بطال الیمنی (ت ۲۳۰ھ) کی کتاب النظم المستعدب، عبد العزیز بن عبد الکریم الجیلی کی کتاب شرح مشکلات المذهب اور محمد بن علی بن ابی علی الشافعی کی تصویف شرح مشکلات الألفاظ شامل ہیں۔

کئی فقہاء المذهب کی احادیث کی تخریج کی غرض سے بھی کتابیں تحریر کی ہیں، ان کتابوں میں الملقب (ت ۸۰۳ھ)، محمد بن موسی الحازمی (ت ۵۸۳ھ) اور ابن المعین المنفلوطي (ت ۷۳۱ھ) وغیرہ کی تصاویف اہم ہیں۔ کئی فقہاء المذهب کے فوائد کا ذکر کیا اور اس میں اضافے بھی کیے ہیں، ابن ابی عصرون (ت ۲۶۵ھ) اور جلال الدین السیوطی (ت ۹۱۱ھ) کی تصاویف اس ضمن میں اہم ہیں۔^(۲)
المذهب کے حوالے سے لکھی گئی تصاویف کے حوالے سے عماد علی جمعہ کہتے ہیں:

- ۱۳: الشیرازی، المذهب، مقدمہ الكتاب، امام النووی، المجموع شرح المذهب (قاهرہ: مکتبۃ البلد الامین، ۱۹۹۱ء)۔

إن شروح المذهب و مختصراته و الكتب التي صنفت حوله كثيرة، و يصعب حصرها و استقصاؤها و أكثرها لايزال خطوطاً.^(۲۵)

المذهب کی خدمت کے لیے بہت ساری کتب تحریر کی ہیں۔ یہ کتابیں یا تو المذهب کا استدراک ہیں یا پھر ان کے ذریعے اس کے التباس، اشکال اور مأخذوں کیوضاحت کی گئی ہے۔ المذهب کے حوالے سے تحریر کی گئیں اکثر کتابیں ابھی تک مخطوطات کی شکل میں ہی موجود ہیں۔

مطبوعہ کتب میں امام النووی کی المجموع اور محمد بن احمد بن بطاطیسی کی المستذہب فی شرح

غريب المذهب بہت نامایاں ہیں۔

المذهب کی شروح میں سب سے منفرد حیثیت کی حامل المجموع ہے۔ یہ فقه اسلامی کے عظیم الشان تراث کا خوب صورت عکس اور مظہر ہے۔ اس منفرد فقہی کارنامے میں دقیق اسلامی علمی منہج کی پیروی کی گئی ہے اس لیے اس مقالے میں اس تاریخی فقہی دستاویز کے منہج کا مطالعہ کیا گیا ہے۔

المجموع تقریباً پچھے صدیوں تک مخطوط کی صورت میں محفوظ رہی۔ ۱۹۲۵ء میں شیخ محمود الدیناری کی سربراہی میں علامہ ازہر کی ایک کمیٹی^(۲۶) نے المجموع کے ان مخطوطات کی اشاعت کی ذمے داری لی جن کو امام النووی اور امام البکی نے تحریر کیا تھا۔ اس پہلی اشاعت کے بعد ۲۰۰۱ء میں المجموع دوبارہ طبع ہوئی۔

امام النووی نے المذهب کی شرح مکمل نہیں کی تھی۔ انہوں نے کتاب الطهارة، کتاب الصلاة، کتاب الزکاة، کتاب الصيام، کتاب الحج اور عبادات سے متعلق دوسرے موضوعات جیسے الأضحية الحقيقة، النذر، الأطعمة، الصيد اور الرابعہ کی شرح مکمل کی۔ اسی طرح کتاب البيوع کا آغاز کیا اور اسے بیع جائز، حرام اور فاسد تک مکمل کیا۔ امام النووی نے المذهب کی شرح نو جلدوں تک مکمل کی تھی، بقیہ کام کو مکمل کرنے کے لیے انہوں نے ابن العطار کو کہا اور وہ کتابیں جن کی مدد سے انہوں نے المجموع تحریر

-۷۵ - عماد على جمعه، المكتبة الإسلامية (سلسلة التراث الغربي الإسلامي، ۲۰۰۳ء، ۱۷۹)،-

-۷۶ - جن علما نے المجموع کی پہلی اشاعت میں حصہ ڈالا ان میں الشیخ محمد مصطفیٰ المراغی، الشیخ محمد الاحمدی الظواہری، الشیخ عبدالرحمن قرائد، الشیخ مصطفیٰ عبدالرزاق، احمد تیمور باشا، طعلت باشا اور عبدالرحمن بن شیخ الکاف شامل ہیں۔

کی، ابن العطار کے حوالے کیں اور انھیں لکھا: "إِذَا انتَقْلَتْ إِلَى اللَّهِ تَعَالَى فَأَتْمِمْ شِرْحَ الْمَهْدِبِ مِنْ هَذِهِ الْكُتُبِ" (جب میرا انتقال ہو جائے۔ تو ان کتابوں کی مدد سے شرح المذهب کی تکمیل کرنا۔) لیکن ابن العطار یہ کام نہ کر سکے۔ امام النووی کی وفات کے بعد امام عبد الکافی الابکی رضی اللہ عنہ (ت ۷۵۶ھ) نے اپنے ہم عصر علامہ کے اصرار پر بہت سارے تردید کے بعد المجموع کی شرح کے بقیہ کام کا آغاز کیا۔^(۷۸) انہوں نے المجموع کے تین اجزاء مکمل کیے۔ امام الابکی رضی اللہ عنہ کے بعد المذهب کے بعض حصوں کی شرح قدیم علاما میں سے الحضری اور العراتی وغیرہ نے بھی کی، لیکن یہ کام عصر حاضر میں الشیخ محمد نجیب المطیعی کے ہاتھوں مکمل ہوا۔ انہوں نے جلد نمبر تیرہ سے لے کر پندرہ تک مکمل کیں، لیکن بقیہ اجزاء کی تکمیل سے پہلے ان کو جیل میں ڈال دیا گیا۔ ان کی غیر موجودگی میں پروفیسر محمد حسن العقیبی نے بقیہ کام کو آگے بڑھایا اور المجموع کی اٹھاروں جلد مکمل کی۔ الشیخ نجیب المطیعی نے جیل سے رہا ہو کر المجموع کے بقیہ اجزاء اٹھارہ، انہیں اور بیس کو مکمل کیا اور ان کی اشاعت کا اہتمام کیا۔ الشیخ نجیب المطیعی ۱۴۰۶ھ میں وفات پا گئے۔ متاز محقق الشیخ عیسیٰ منون الفلسطینی نے تکملہ علی المجموع کلھ کر المجموع شرح المذهب کے کام کو پاے تکمیل تک پہنچایا۔^(۷۹)

المجموع کی ۲۰۰۱ء کی اشاعت میں اس چیز کا خیال رکھا گیا کہ نہ صرف یہ عظیم الشان فقہی ذخیرہ دوبارہ شائع کیا جائے، بلکہ یہ المجموع کا ایسا تکملہ ہو جس کی تحریر میں امام النووی اور امام الابکی کی منہج کی پیروی کی گئی ہو۔ پروفیسر المطیعی کے کام پر تقدیم بھی کی گئی، چنان چہ علماء فقہاء اور مشائخ کی ایک جماعت نے المجموع کے الشیخ نجیب المطیعی کے مکمل کردہ حصے پر نظر ثانی کی اور یوں المجموع کو ستائیں جلد و میں دارالکتب العلمیہ نے ۱۴۲۳ھ میں پھر سے شائع کیا۔^(۸۰)

- ۷۷- ابن العطار، تحفۃ الطالبین، ۵۶۔

- ۷۸- الابکی، تکملہ المجموع شرح المذهب، ۳: ۱۰۔

- ۷۹- الشیرازی، المذهب، مقدمہ، ۱۸۔

- ۸۰- عادل ابراہیم احمد، منہج الإمام النووی فی تحسین الأسانید من خلال کتابه (المجموع شرح المذهب)
(دراسة تطبیقیة، أطروحة الدكتوراه، ۲۰۱۵ء)، ۲۷۔

امام النووی نے المجموع کا ایک طویل مقدمہ تحریر کیا ہے۔ انہوں نے اپنے دور کے متداول طریقہ کار کے مطابق مقدمے کا آغاز اللہ تعالیٰ کی حمد و شناست سے کیا ہے اور اس کے بعد رسول اللہ ﷺ کی ذات پاک پر درود و سلام بھیجا ہے۔ اس کے بعد انہوں نے عبادات کی اہمیت اور ان کے ضمن میں ضروری احکام کو جانے کی ضرورت کو واضح کیا ہے۔ پھر انہوں نے تسهیل احکام کے ضمن میں علمائی خدمات کو سراہا اور ان کی وضاحت کی۔ اس ضمن میں انہوں نے امام الشیرازی رضی اللہ عنہ کی المذهب اور امام الغزالی کی الوسيط کا ذکر کیا ہے اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا ہے، جس نے انھیں ان دونوں کتابوں کی خدمت کا موقع فراہم کیا۔ امام النووی کہتے ہیں کہ المجموع صرف المذهب کی ہی نہیں، بلکہ فقہ شافعی، دوسرے فقہی مذاہب، حدیث، الگات، ترجم اور تاریخ کی بھی شرح ہے۔ وہ لکھتے ہیں: ”واعلم أن هذا الكتاب، وإن سميته شرح المذهب، فهو شرح للمذهب كله، بل لمذاهب العلماء كلهم، وللحديث، وجمل من اللغة والتاريخ والأسماء.“^(۸۱) (یہ کتاب، اگرچہ میں نے اس کا نام شرح المذهب رکھا ہے، پورے مذہب شافعی کی تشریح ہے، بلکہ اس کے تمام علماء کے مذاہب، حدیث اور لغت، تاریخ اور اسما کے مختلف مسائل کی شرح بھی ہے۔)

امام النووی کی تعلیم و تربیت اسی طرح ہوئی کہ انھیں ان تمام علوم و فنون میں مکمل مہارت حاصل ہو گئی تھی جن کی المذهب کی تفسیر وضاحت کے لیے ضرورت تھی، نیز انھیں ان اسباب کا بھی مکمل ادراک تھا جن کی وجہ سے فقہ شافعی کی عظیم الشان کتاب المذهب سے استفادے میں عوارض پیدا ہو رہے تھے۔ اسی لیے المجموع کی شرح میں اپنے کام کی وضاحت کرتے ہوئے امام النووی لکھتے ہیں:

أذكر فيه إن شاء الله تعالى جلًا من علومه الزاهرات، وأين فيه أنواعًا من فنونه المتعددات، فمنها تفسير الآيات الكرييات والأحاديث النبويات والآثار الموقفات، والفتاوی المقطوعات والأشعار الاستشهاديات، والأحكام الاعتقadiات والفرعويات، والأسماء واللغات، والقيود والاحترازات وغير ذلك من فنونه المعروفات.^(۸۲)

-۸۱- النووی، المجموع، ۱: ۲۹

-۸۲- نفس مصدر، ۱: ۲۳

میں اس کتاب میں ان شاء اللہ اس کے جملہ درخشن علوم بیان کروں گا اور متعدد فنون کی بعض انواع ذکر کروں گا، چنانچہ ان میں سے آیات کریمہ کی تفسیر، احادیث نبوی، موقوفات صحابہ، تابعین کے فتاویٰ، شواہد کے طور پر اشعار، اعتقادی اور فرعی احکام، اسما اور لغات، قیود اور احترازات اور اس کے علاوہ معروف فنون ہیں۔

امام النووی نے المجموع کا آغاز طویل اور نفس مقدمے سے کیا ہے۔ اس مقدمے میں انھوں نے ان اسباب کا ذکر کیا ہے جن کی بنابر انھوں نے المذهب کی شرح لکھنے کے کام کا آغاز کیا۔ انھوں نے المذهب کی اہمیت کا ذکر کیا ہے اور اپنے منہج کے ان نکات کی وضاحت کی ہے جن کی انھوں نے اس کام میں پیروی کی۔ امام النووی المجموع کے مقدمے میں ایسے موضوعات کو بھی زیر بحث لائے ہیں جن کو جانے بغیر فقہ شافعی کے اس اہم مصدر سے استفادہ نہیں کیا جاسکتا۔ المجموع کے مقدمے کو امام النووی نے پچھے ابواب اور تیرہ فصول میں تقسیم کیا ہے۔

اس ضمن میں امام النووی کے اہم موضوعات حسب ذیل ہیں:

باب في نسب الشافعي رحمه الله، طرف من أموره وأحواله

فصل في أحوال الشيخ أبي إسحاق مصنف الكتاب

أحرف من كلام العارفين في الإخلاص والصدق

باب أقسام العلم الشرعي

باب آداب المعلم

باب آداب الفتوى والفتی و المستفتی

باب في فصول مهمة تتعلق بالمذهب و يدخل كثير منها

امام النووی نے المجموع میں جو منہج اختیار کیا ہے وہ اس بات کا شاہد ہے کہ ان کو المذهب کے مضامین

پر کتنا عبور تھا نیز یہ کہ کس حد تک ان کے ہاں اتقان اور تخلیقی عصر موجود تھا۔ امام النووی المذهب کے متن کا جملہ لکھتے ہیں پھر اس کی شرح کرتے ہوئے وضاحت اور تشریح کرتے ہیں۔ وہ آغاز المذهب میں وارد احادیث سے

کرتے ہیں، پھر حدیث کے راوی صحابی کا ذکر کرتے ہیں، حدیث کی تخریج کرتے ہیں اور حدیث کا حکم بھی واضح کرتے ہیں۔ وہ احادیث کے راویوں کے حالات بیان کرتے ہیں۔ نیز ان ناموں کی وضاحت کرتے ہیں جن کا امام الشیرازی رحمۃ اللہ علیہ نے المذهب میں ذکر کیا ہے۔ امام النووی، امام الشیرازی کے الفاظ کے تلفظ کی وضاحت کرتے ہیں

اور ان کے اصحاب کے تراجم بیان کرتے ہیں۔ پھر وہ المذهب کے الفاظ کی لغوی وضاحت کرتے ہیں اور ان کے معنی کی شرح کرتے ہیں۔ اسی طرح امام النووی المذهب کے فقہی احکام کی وضاحت کرتے ہوئے وہ اضافے اور تفصیلی مباحث بھی شامل کرتے ہیں جو کہ المذهب میں شامل نہیں ہیں۔^(۸۳) امام النووی کی المجموع میں منہج کے اہم نکات حسب ذیل ہیں۔

ا۔ احادیثِ نبویہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلَہٖ وَسَلَّمَ کی تخریج

استنباط احکام کے اساسی مصادر قرآن اور رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلَہٖ وَسَلَّمَ کی سنت ہیں۔ احادیث رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلَہٖ وَسَلَّمَ میں کچھ صحیح احادیث ہیں جن سے نہ صرف احکام کا استنباط کیا جاتا ہے، بلکہ ان سے استدلال بھی کیا جاتا ہے۔ اس طرح احادیث میں سے کچھ متواتر ہیں اور کچھ احادیث ہیں۔ احادیث میں فرق مراتب کا اثر ان سے مستنبط کیے جانے والے احکام پر بھی پڑتا ہے۔ تخریج حدیث کے بغیر ان کے مراتب کا اندازہ نہیں لگایا جاسکتا؛ اس لیے اسلامی اصول تحقیق کی رو سے احادیث کی تخریج ایک بینا دی اور اساسی تحقیق کام ہے۔^(۸۴)

محمد بنین کی اصطلاح میں تخریج حدیث سے مراد حدیث کے مصادر، الجواعی، السنن، المسانید، المصنفات اور دوسرے ذخیروں سے احادیث کو سند کے ساتھ نقل کرنا اور ان کے لحاظ صحت مراتب کو بیان کرنا ہے۔^(۸۵) تخریج حدیث کا معنی یہ بھی ہے کہ ائمۃ حدیث کے مجموعات میں جس جگہ حدیث مع سند موجود ہے اس کا ذکر کیا جائے اور اس کا حکم صحت بھی بیان کیا جائے۔^(۸۶) علما نے تخریج حدیث کی اہمیت کے ساتھ ساتھ اس کے طرق بھی تفصیل سے بیان کیے ہیں۔ اس ضمن میں بینا دی اصول یہ ہے کہ جو حدیث صحیحین میں یا ان میں سے کسی ایک میں موجود ہو تو اس کی تخریج میں بھی ذکر کر دینا کافی ہو گا۔ بصورت دیگر اس کے باقیہ مصادر کا ذکر کرنا ضروری ہو گا۔^(۸۷)

-۸۳- الشیرازی، المذهب، مقدمہ، ۱۸۔

-۸۴- عبد الوہاب ابراہیم ابو سلیمان، منہج البحث فی الفقه الإسلامی (بیروت: مکتبۃ الرشید، ۱۹۰۶ھ/۲۰۰۶ء)۔

-۸۵- حسن محمد المشاط، رفع الأستار عن حمایا مخدرات طلعة الأنوار (کلمہ مکرمہ: مکتبۃ التہضیۃ العربیۃ، ۱۳۹۸ھ/۲۰۰۷ء)۔

-۸۶- ابو محمد عبد المهدی بن عبد القادر ابن عبد البادی، طرق تحریج حدیث رسول ﷺ (مصر: دارالاعتصام)، ۱۰۔

-۸۷- دیکھیے: عبد الوہاب ابراہیم، مرجح سابق، ۱۳۶۵-۱۳۶۶۔

المذهب میں امام شافعی عَلَيْهِ السَّلَامُ کے اقوال کے استدلال کے لیے بہت سی احادیث اور اقوال صحابہ پر انحصار کیا گیا ہے، لیکن ان کی تخریج موجود نہیں ہے۔ مزید برآں ادلہ کے طور پر بیان کی جانے والی احادیث کا درجہ بھی مذکور نہیں ہے، جس کی وجہ سے قاری کے لیے یہ جانا مشکل ہوتا ہے کہ جس حدیث یا اثر سے استدلال کیا جا رہا ہے وہ صحیح ہے، ضعیف ہے یا غریب ہے۔ اسی طرح بعض اوقات ضعیف، منکر اور موضوع احادیث سے بھی استناد کیا گیا ہے۔

انھی اسباب کی بنابر امام النووی نے اس بات کا اہتمام کیا کہ المذهب میں وارد احادیث کی تخریج اور ان کے درجات کی وضاحت ہو سکے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے المذهب میں وارد احادیث میں سے صحیح، حسن، ضعیف، مرفوع، موقوف، متصل، مرسلاً، منقطع، معضل، موضوع، مشہور، غریب، شاذ، منکر، مقلوب، معلل اور مدرج احادیث کی نشان دہی کی ہے۔^(۸۸)

امام النووی تخریج احادیث میں اپنے منہج کے متعلق کہتے ہیں کہ اگر کوئی حدیث بخاری یا مسلم میں ہے تو تخریج کے لیے صرف انھی کا حوالہ دیا ہے اور عموماً کسی اور مصدر کو شامل نہیں کیا جب تک کہ کسی اور سبب کی بنابر کسی اور کتاب کا ذکر کرنا ضروری نہ ہو۔ اگر کوئی حدیث بخاری یا مسلم میں نہ ہو تو پھر اس کی تخریج کے لیے انھوں نے زیادہ تر سنن أبي داؤد، سنن الترمذی اور سنن النسائی پر اعتماد کیا ہے۔ جو احادیث ان پانچوں مصادر میں نہ ہوں تو پھر اس کے لیے دوسرے مصادر سے رجوع کیا ہے اور ان کی صحت اور ضعف کی نشان دہی بھی کی ہے۔ امام النووی کہتے ہیں کہ اگر امام الشیرازی عَلَيْهِ السَّلَامُ نے کسی ضعیف حدیث سے استشهاد کیا ہے تو میں نے اس حدیث کے ضعف کا ذکر کیا ہے اور اس مسئلے کے ذکر کے ضمن میں فقہ شافعی کے احکام کے استنباط کے لیے صحیح احادیث کا ذکر کیا یا پھر اس ضمن میں قیاس وغیرہ پر مبنی دلائل کی وضاحت کی ہے۔^(۸۹) امام النووی کی تخریج احادیث میں منہج کی تطبیقی مثال حسب ذیل ہیں:

-۸۸- نفس مرجع، ۲۳-۲۴۔

-۸۹- النووی، المجموع، ۱: ۲۳۔

باب صلوٰۃ التطوع میں نماز کی وضاحت کرتے ہوئے امام الشیرازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "أفضل

عبادات البدن الصلاة ماروی عبد الله بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ عن النبی ﷺ أَنَّهُ قَالَ (۴۰):

"استقیموا واعلموا أن خیر أعمالکم الصلاة ولا يحافظ على الموضوع إلا مؤمن." (۴۱) (أفضل

ترین بدنبال عبادت نماز ہے، کیوں کہ عبد الله بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے فرمایا: درست فتح پر ہو اور جان لو کہ تمھارے اعمال میں سے بہترین چیز نماز ہے اور وضو کی محافظت صرف مومن ہی کیا کرتا ہے۔) امام الشیرازی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ حدیث المذهب میں بغیر تحریک کے شامل کی ہے۔ اس مسئلے کی

وضاحت اور اس میں مذکور حدیث کی امام النووی تخریج اس طرح کرتے ہیں:

حدیث عبد الله هذا رواه ابن ماجہ في ستنه في كتاب الموضوع والبيهقي فيه و في فضائل

الصلوات، قيل استقبال القبلة روايه من حدیث عبد الله و من حدیث ثوبان بلغه هنا و فيه

زيادة قال: "استقیموا ولن تحصوا واعلموا أن خیر أعمالکم الصلاة" الخ لكن في رواية ابن ماجة

عن عبد الله "أن من خير أعمالکم الصلاة وفي بعض روایات البیهقی ثبات من و في بعضها

حذفها و إسناد رواية عبد الله فيه ضعف و إسناد رواية ثوبان جيد لكن من رواية سالم بن أبي

الجهدی عن ثوبان و قال أَحَدُ بْنُ حَنْبَلٍ لَمْ يَسْمَعْ سَلَمًا مِنْ ثَوْبَانَ وَذَكَرَهُ مَالِكُ فِي الْمُؤْطَأِ مَرْسَلًا

معضلاً فقال بلغني أن النبی ﷺ قال: (۴۲) "استقیموا ولن تحصوا واعلموا أن خیر أعمالکم

الصلاۃ ولن يحافظ على الموضوع إلا مؤمن." (۴۳)

عبد الله کی اس حدیث کو ابن ماجہ نے اپنی سنن میں کتاب الموضوع میں اور تبیقی نے کتاب الموضوع میں اور

فضائل الصلوات میں نقل کیا ہے۔ کہا گیا ہے کہ استقبال قبلہ کو ان دونوں حضرات نے عبد الله اور ثوبان سے لفظاً

بیہاں روایت کیا ہے اور اس میں یہ اضافہ ہے: تم درست فتح پر ہو اور تکییوں کا ہر گز احاطہ نہیں کر سکتے اور جان لو کہ

تمھارا بہترین عمل نماز ہے ان، لیکن عبد اللہ سے ابن ماجہ نے (إن خير أعمالکم كي جمه) أن من خير أعمالکم

-۹۰- الشیرازی، المذهب فی فقه الإمام الشافعی (دارالکتب العلمیہ)، ۱: ۱۵۶۔

-۹۱- ابن ماجہ، السنن، کتاب الطهارة، حدیث: ۲۷، ۱: ۱۸۲، الداری، السنن، کتاب الموضوع۔

-۹۲- النووی، المجموع (طبیقہ دار الفکر)، ۲: ۳۔

-۹۳- مالک بن انس، المؤطأ، کتاب الطهارة، حدیث: ۳۶۔

الصلوة (تحارے بہترین اعمال میں سے) نماز ہے۔ امام الحنفی کی بعض روایات میں فقط مِنْ مذکور ہے جب کہ بعض

میں مخدوف ہے۔ عبد اللہ کی روایت کی سند میں ضعف ہے۔ ثوبان کی روایت کی سند اچھی ہے، لیکن وہ سالم بن ابی جعدی نے ثوبان سے روایت کی ہے اور امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ سالم نے ثوبان سے سامع نہیں کیا ہے۔ امام مالک نے اسے موطأ میں مرسل اور مغضّل روایت کے طور پر ذکر کیا ہے، چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ رسول

الله ﷺ نے فرمایا: استقیموا ولن تحصوا... ارث۔

اس مثال سے واضح ہوتا ہے کہ کہ امام النووی حدیث کی تخریج کرتے ہیں۔ روایت الفاظ میں کسی بیشی کی نشان دہی کرتے ہیں، نیز اسناد کے ضعیف بھی ہونے کی یاقوی نشان دہی کرتے ہیں۔ نیز جو احادیث صحیحین میں سے نہیں ان کی تخریج کے لیے ایک سے زیادہ مصادر احادیث پر اعتماد کرتے ہیں۔

ب- راجح فقہی رائے کا بیان

فقہی آراء میں سے کسی رائے کو ترجیح دینا بھی اجتہاد کی ایک قسم ہے۔ بعض حضرات یہ رائے رکھتے ہیں کہ فقہی آراء میں ترجیح دراصل ان آراء کی تصویب ہے، کیوں کہ راجح رائے درست قرار پاتی ہے اور مرجوح رائے غلط تو نہیں، لیکن کم زور ضرور تصور ہوتی ہے۔ فقہاء اور اصولیین کی اصطلاح میں ترجیح سے مراد کسی فقہی رائے کے مدلولات اور اس سے مقصود ادکام کو اصولی قواعد کی روشنی میں اس طرح راجح قرار دینا کہ اس پر عمل کیا جانا مناسب ہو۔ امام الحرمین ترجیح کی تعریف کرتے ہوئے کہتے ہیں: "إِنَّ التَّرْجِيْحَ زِيَادَةً وَضُوْحًا، يَرْجِعُ إِلَى مَأْخُذِ الدَّلِيلِ مَا لَا يَسْتَقْلُ دَلِيلًا."^(٩٣)

ابن جوزی کی رائے میں ترجیح سے مراد کسی رائے کو قوی اور دوسرا کو ضعیف قرار دینا نہیں ہے، بلکہ اس سے مراد ایک رائے کو کسی وصف اور معنی کی بنا پر کسی دوسری رائے پر مقدم کرنا ہے؛ اس ضمن میں وہ کہتے ہیں: "إِبْدَاءُ زِيَادَةِ قُوَّةِ الدَّلِيلِ عَلَى الدَّلِيلِ الْمُعَارِضِ لَهُ."^(٩٤) (ایک دلیل کی زیادہ قوت کو دوسری معارض دلیل پر ظاہر کرنا۔)

- ٩٣ - الجوزي، مغيث الخلق في ترجيح القول الحق، ٧.

- ٩٤ - يوسف بن عبد الرحمن بن الجوزي، كتاب الإيضاح لقوانين الاصطلاح في الجدل و المناورة (في الجدل الأصولي الفقهي)، تحقيق فهد بن محمد السدحان (الرياض: مكتبة العبيكان، ١٤٣١هـ / ١٩٩١ء)، ٣٠٢.

فقہی آرائیں ترجیح کے اصول فقہ اسلامی میں اختلاف رائے کی اہمیت کو واضح کرتے ہیں نیز یہ اس بات کی عکاسی بھی کرتے ہیں کہ کس طرح مسلمان فقہا نے بے لگ طریقے سے فقہی آرائی کو بیان کرنے میں کسی دباؤ کو اثر انداز نہیں ہونے دیا۔

امام الشیرازی رحمۃ اللہ علیہ نے مسائل کے ضمن میں فقہا کی آرائیاں کی ہیں۔ وہ مسئلہ بیان کر کے اس کے بارے میں فقہا کی آراء ان کی اولہ سمتی ذکر کرنے ہی پر اکتفا کرتے ہیں، لیکن ان آرائیں سے راجح، صحیح یا معتمد علیہ رائے کی نشان دہی نہیں کرتے۔^(۹۱) اسی لیے امام النووی کہتے ہیں کہ مسئلہ بیان کر کے صرف یہ کہہ دینا کہ اس میں دو قول ہیں یادو آرائیں یادو روایات ہیں، کافی نہیں کیوں کہ مستفتی کو اتنے جواب سے تشفی نہیں ہوتی، بلکہ اس کو تو اس ضمن میں یہ رہ نمائی درکار ہوتی ہے کہ وہ ان آراء میں سے کس رائے کی پیروی کرے۔ اس لیے کہ فتویٰ دیتے ہوئے راجح رائے کو بیان کرنا ضروری ہے۔^(۹۲) اس ضمن میں ایک تطبیقی مثال حسب ذیل ہے۔

باب الزکاة و الفضة میں سونے اور چاندی کی زکاة بیان کرتے ہوئے امام الشیرازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے

ہیں:

تجب الزکاة في الذهب و الفضة لقوله عزوجل ﴿
V U T S R [L \ Z Y X W
(۹۳) ولأن الذهب و الفضة معدان للنماء فهو

كالإبل والبقر السائمة ولا تجب فيما سواهما من الجواهر كالياقوت والفiroوز والؤلؤ والمرجان لأن ذلك معد لاستعمال فهو كالإبل والبقر العوامل ولا تجب فيما دون النصاب من الذهب و الفضة و نصاب الذهب عشرون مثقالاً لماروى عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده

عن النبي ﷺ ولا يجب في أقل من عشر من مثقالاً من الذهب شيء.^(۹۴)

زکۃ، سونے اور چاندی میں واجب ہے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: "اور جو لوگ سونا اور چاندی ذخیرہ کرتے ہیں اور انھیں اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے تو آپ انھیں دردناک عذاب کی بشارت دے دیجیں؛ نیز اس لیے کہ سونا اور چاندی

-۹۶- الشیرازی، المہذب، ۱: ۲۱۔

-۹۷- النووی، المجموع، ۱: ۷۹۔

-۹۸- القرآن، ۹: ۳۳۔

-۹۹- الشیرازی، المہذب، ۱: ۲۹۱۔

بڑھوتری کے لیے تیار ہوتے ہیں۔ اس لیے وہ اونٹ اور چرنے والے بیلوں کی مانند شمار ہوں گے اور ان دونوں کے علاوہ جواہر (بیسے یا قوت، فیروزہ، موتی اور مرجان) میں زکاۃ واجب نہیں، کیوں کہ یہ استعمال کے لیے تیار کیے جاتے ہیں، اس لیے وہ کام کرنے والے اونٹ اور بیلوں کی مانند ہوں گے اور زکاۃ سونے اور چاندی کے نصاب سے کم مقدار میں واجب نہ ہو گی، اور سونے کا نصاب میں مشتمل ہے، کیوں کہ عمر بن شعیب عن ابیہ عن جده کے واسطے سے نبی کریم ﷺ سے مروی ہے کہ سونے کے دس مشتمل سے کم میں کچھ واجب نہیں۔

المهدب میں امام الشیرازی رضی اللہ عنہ کے اس فقہی مسئلے کی وضاحت کرتے ہوئے امام النووی نے اپنے مندرجہ

کے مطابق سب سے پہلے حدیث کی تخریج کی ہے، پھر مشکل الفاظ کی لغوی اور اصطلاحی وضاحت کی ہے^(۱۰۰) اور اس کے بعد اس میں مذکور فقہی مسئلے کی وضاحت کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ سونے اور چاندی کے علاوہ باقی جواہر مشتمل یا قوت، فیروزہ، موتی، مرجان، زمرد، زبرجد، دبات، پیتل اور شیشہ وغیرہ جیسی معدنیات میں زکاۃ نہیں ہے۔ وہ مزید کہتے ہیں کہ اگرچہ ان معدنیات کی تیاری میں بہت محنت بھی کی گئی ہو اور ان کی قیمت زیادہ ہی کیوں نہ ہو۔ اسی طرح مشکل اور عنبر میں زکاۃ نہیں ہے۔ امام الشیرازی رضی اللہ عنہ نے سونے چاندی کے علاوہ صرف چند دھاتوں کا ذکر کیا تھا، جب کہ امام النووی نے بقیہ تمام دھاتوں کا ذکر کر دیا۔ امام الشیرازی نے اس مسئلے کے بیان میں فقہا کی آرائی کا ذکر نہیں کیا، جب کہ امام النووی نے اس ضمن میں نہ صرف امام الشافعی رضی اللہ عنہ کی رائے ذکر کی بلکہ فقہ شافعی کی رائے بیان کرتے ہوئے کہا کہ: ”قال أصحابنا: معناه کل ما يستخرج منه فلا زكاة فيه ولا خلاف في شيء من عندنا۔“ (ہمارے اصحاب کہتے ہیں کہ اس کا معنی ہے کہ اس سے جو کچھ بھی نکالا جائے گا، اس میں زکاۃ نہیں۔) اور امام النووی یہیں پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ پھر جمہور علماء کی آراء کو بھی بیان کرتے ہیں، چنانچہ کہتے ہیں کہ ابن منذر نے امام حسن بصری، عمر بن الحزین، امام الزہری، ابو یوسف اور اسحق بن راہویہ وغیرہ سے روایت کی ہے کہ عنبر میں خمس واجب ہے، جب کہ امام الزہری موتی میں بھی خمس لازمی قرار دیتے ہیں۔ امام النووی اسی طرح کہتے ہیں کہ ہمارے اصحاب (فقہاء شوافع) عبد اللہ بن الحسن العبری سے یہ رائے روایت کی ہے کہ سونے اور چاندی کے علاوہ باقی سب میں خمس ہے۔^(۱۰۱)

-۱۰۰- المجموع، ۶: ۳-۵۔

-۱۰۱- المجموع، ۶: ۶۔

اس مثال سے واضح ہوتا ہے کہ کس طرح امام النووی نے فقہی مسائل میں امام الشیرازی کی فقہی رائے کی وضاحت کرتے ہوئے متنوع آرائی کی صرف وضاحت کی، بلکہ اس میں ترجیحی رائے کی بھی نشان دہی کی تاکہ مستفقی کو مشکل نہ ہو۔

بعض اوقات امام الشیرازی عَلَيْهِ الْبَرَکَاتُ میں قول کو ترجیح دیتے ہیں جب کہ فقہ شافعی میں راجح رائے اس کے برعکس ہے۔ اسی طرح بعض مسائل میں امام الشیرازی عَلَيْهِ الْبَرَکَاتُ کی ترجیح فقہ شافعی میں غیر معتمد ہے جب کہ متدالوں ترجیح ان اقوال کو ہے جنہیں امام النووی یا امام الرافعی نے ترجیح دی ہے کیونکہ ان دونوں کی حیثیت فقہ شافعی کے محقق کی سی ہے۔

ج- متنوع فقہی آراء کا ذکر

فقہی آراء میں اختلاف آراء کے بیان میں آزادی کی اس روایت کی عکاسی ہے جس کا مظاہرہ مسلمانوں کے ہاں صدیوں تک ہوتا رہا۔ اس ضمن میں حضرت عمر بن عبد العزیز عَلَيْهِ الْبَرَکَاتُ سے مروی ہے:

ما أحب أن أصحاب رسول الله ﷺ لم يختلفوا: لأنه لو كان قوله واحداً كان الناس في ضيق، وإنهم أئمة يقتدى بهم، فلو أخذ أحد بقول رجل منهم كان في سعة. (۱۰۲) (مجھے یہ بات پسند نہیں ہے کہ اصحاب رسول ﷺ نے اختلاف نہیں کیا، اس لیے کہ اگر ایک ہی قول ہوتا تو لوگ تنگی میں پڑ جاتے۔ وہ لوگ مقتدا ائمہ ہیں۔ اگر ان میں سے کسی کا قول لے لیا جائے تو وہ وسعت پائے گا۔)

فقہ اسلامی کا خاص امتیاز متنوع فقہی آراء ہیں۔ بعض معاملات میں فقہا کے درمیان اتفاق رائے بھی پایا جاتا ہے، لیکن یہ ممکن ہوتا ہے کہ حکم میں اتفاق رائے کے باوجود اس حکم کی دلیل اور استدلال میں اتفاق نہ ہو، اس لیے فقہی آراء کا ذکر کرتے ہوئے نہ صرف متنوع فقہی آراء بلکہ متفق علیہ فقہی آراء میں بھی الگ الگ دلیل اور استدلال کا ذکر کیا جانا ضروری ہے۔ مزید برآں فقہ اسلامی میں فقہی آراء کو ان کے قائلین سے درست طریقے سے منسوب کرنا بہت مہارت کا کام ہے۔ دلالات فقیہ کی تعبیر اور ان کے نتائج اس صورت میں درست ہو سکتے ہیں جب فقہی آراء درست طریقے سے قائلین سے منسوب ہوں، اس ضمن میں محمد بن علی بن الطیب البصیری کہتے ہیں:

- ۱۰۲ - ابو الحسن ابراء بن موسى الشاطئی، المواقفات فی أصول الشریعة، شرح عبد اللہ دراز (مصر: المکتبة التجاریة الكبرى)، ۱۲۵: ۳.

اعلم أن مذهب الإنسان هو اعتقاده، فمتى ظننا اعتقاد الإنسان، أو عرفناه ضرورة، أو بدليل

مجمل، أو مفصل، قلنا إنه مذهبه، ومتى لم نظن ذلك ولم نعلم، لم نقل إنه مذهبه.^(۱۰۲)

جان لیجیے کہ انسان کا مذہب، اس کا اعتقاد ہوتا ہے، چنانچہ جب ہمیں انسانی اعتقاد کا پتا چل جائے، یا اسے ضروری طور پر یا دلیل مفصل یا مجمل کے ذریعے جان لیں تو ہم کہتے ہیں یہ اس کا مذہب ہے، اور جب ہمیں اس کا پتا ہے چل کے تو پھر ہم نہیں کہہ سکتے کہ یہ اس کا مذہب ہے۔

کسی فقیہ کی رائے وہ ہے جو اس نے بیان کی اور جس کے بارے میں دلیل بھی موجود ہو۔ جوابات کسی نے نہ کی ہوا اور اس بات کی دلیل بھی نہ ہو تو وہ بات اس سے منسوب نہیں کی جاسکتی جیسا کہ امام الشافعی عَلِيُّ اللَّهِ كَوْلَهُ کا قول ہے: "وَلَا يَنْسَبُ إِلَى سَاقِتَ قَوْلٍ" (کسی ساکت کی طرف کوئی قول منسوب نہیں کیا جاسکتا)۔^(۱۰۳)

بہت سارے مسائل میں امام الشیرازی عَلِيُّ اللَّهِ كَوْلَهُ نے صرف ایک قول یا ایک رائے بیان کرنے پر ہی اکتفا کیا ہے جس سے بعض اوقات یہ محسوس ہوتا ہے کہ فقہ شافعی میں اس مسئلے سے متعلق صرف ایک ہی فقیہی رائے پائی جاتی ہے اور یہی رائے راجح اور قابل اعتماد ہے جب کہ حقیقت اس کے بر عکس ہوتی ہے۔ مسئلے کے بارے میں دو یا اس سے زیادہ آراء ہوتی ہیں اور جو راجح رائے فقہ شافعی میں متداول ہے اس کا امام الشیرازی عَلِيُّ اللَّهِ كَوْلَهُ نے المذهب میں ذکر ہی نہیں کیا ہوا ہوتا۔ اس وجہ سے قاری کو شک گزرتا ہے اور اسے فقہ شافعی کی قابل اعتماد رائے سے آگاہی نہیں ہوتی۔

اس سبب کو مد نظر رکھتے ہوئے امام النووی نے ایسا مندرجہ اختیار کیا ہے جس کی بنابر المذهب میں

موجود فقیہی احکام کو سمجھنا اور ان پر عمل کرنا آسان ہو گیا، اس ضمن میں امام النووی کہتے ہیں:

وأما الأحكام فهو مقصود الكتاب فأبلغ في ايضاحها بأسهل العبارات، وأضم إلى ما في الأصل من الفروع والتهات، والزوائد المستجادات، والقواعد المحررات، والضوابط المهدادات، ما تقر به إن شاء الله تعالى أعين أولي البصائر والعنایات، والمبرئین من أدناس الزبغ والجهالات، ثم من هذه الزيادات ما أذكره في أثناء كلام صاحب الكتاب: ومنها ما أذكره في

۱۰۲ - ابو الحسین محمد بن علی بن الطیب البصری، المعتمد فی أصول الفقه، تحقیق احمد بک و حسن حنفی (دمشق: المهد العلمی

الفرنسي للدراسات العربية، ۱۹۶۵ھ / ۱۹۸۲ء)، ۲: ۸۲۵۔

۱۰۳ - الشیرازی، التبصرة فی أصول الفقه، ۷: ۵۱۷۔

آخر الفصول والأبواب وأبين ما ذكره المصنف وقد اتفق الأصحاب عليه، وما وافقه عليه الجمهور. وما انفرد به أو خالفه فيه معظم، وهذا النوع قليل جداً؛ وأبين فيه ما انكر على المصنف من الأحاديث والأسماء واللغات، والمسائل المشكلات مع جوابه إن كان من المرضيات.

(۱۰۵)

جہاں تک احکام کا تعلق ہے تو وہ کتاب کا مقصود ہیں، چنانچہ میں آسان عبارتوں کے ذریعے ان کی وضاحت کی پوری کوشش کروں گا، اور اصل کتاب میں جو فروع، تکمیلہ جات، عمدہ زائد باتیں، مدون شدہ تو اعادہ اور طے کیے گئے ضوابط ہیں، ان میں وہ باتیں اضافہ کروں گا جن سے ان شاء اللہ ان اہل نظر و عنایت کی نکاحوں کو قرار آئے گا جو کجھ اور جہاں توں سے بری ہیں۔ پھر ان اضافی باتوں میں سے بعض کو میں صاحب کتاب کے کلام کے ضمن میں ذکر کروں گا اور بعض کو فصلوں اور ابواب کے آخر میں اور مصنف کی ذکر کردہ ان باتوں کی وضاحت کروں گا جن پر ہمارے اصحاب کا اتفاق ہے یا جن پر جمہور کا اتفاق ہے۔ اس کے علاوہ وہ باتیں بھی جن میں مصنف منفرد ہیں یا ان میں اکثر حضرات اس کے خلاف ہیں، اور یہ نوع بہت کم ہے۔ میں اس میں وہ احادیث، اسماء، لغات اور مشکل مسائل میں جواب مصنف (اگر وہ پسندیدہ ہو) بھی واضح کروں گا جو مصنف کو اپرے معلوم ہوئے ہیں۔

امام النووی کہتے ہیں کہ فقہ شافعی میں امام شافعی عَلِيٌّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ کے اصحاب کی آراء کے بارے میں شدید اختلاف ہے، اس لیے دلیل کے ساتھ کسی رائے کے متعلق یہ کہنا کہ یہ فقہ شافعی کی رائے ہے بہت مشکل ہے۔ فقہ شافعی کی حتیٰ رائے دینے کے لیے فقہ شافعی کے بہت سارے مصادر کا مطالعہ ضروری ہو جاتا ہے۔ اسی بنا پر انہوں نے المجموع میں ہر ممکن کوشش کی ہے کہ مسائل کے متعلق تمام موجود آراؤ ذکر کیا جائے اگرچہ وہ ضعیف ہی کیوں نہ ہوں۔ پھر ان میں راجح اور مرجوح آراؤ کی نشان دہی کر دی جائے۔ ایسا کرنے میں امام النووی کا ہدف تمام موجود آراء کا احاطہ کرنا ہے۔

د۔ مصادرِ فقہ شافعی سے استشهاد و اقتباس

اقتباس سے مراد کس نص یا نصوص کو لینا یا پھر ان کے مفہوم کو اپنی رائے کی تائید کے لیے بطور استشهاد پیش کرنا ہے۔ کسی بھی علمی اور تحقیقی کام میں براہ راست یا بالواسطہ اقتباسات ضروری ہوتے ہیں۔ اقتباسات دینے میں مہارت یہ ہے کہ فقہی مذاہب میں معتمد علیہ مصادر سے اقتباس لیا جائے۔ اس ضمن میں امام سفیان الشوری فرماتے ہیں:

إن نسبة الفائدة إلى مفیدها من الصدق في العلم و شکرہ، وإن السکوت عن ذلك من الكذب

في العلم و كفره.^(١٠٦)

کسی علمی فائدے کو صاحب فائدہ کی طرف منسوب کرنا علمی سچائی اور اس کے شکر کی دلیل ہے جب کہ اس سے سکوت اختیار کرنا علم میں کذب بیانی اور اس کی ناشکری کی علامت ہے۔

فقہی مذاہب میں صرف ائمہ کی منفرد رائے ہی فقہی مکتب کی رائے تصور نہیں ہوتی جب تک کہ اس فقہ کے دوسرے ائمہ بھی اپنی اجتہادی کوششوں سے اس رائے کو ثابت نہ کریں۔ مثال کے طور پر فقہ شافعی صرف امام الشافعی کی منفرد آراء پر مبنی نہیں ہے، بلکہ کوئی فقہی رائے اس وقت فقہ شافعی کی رائے بنے گی جب دوسرے شافعی فقہاء بھی اس رائے کے بارے میں صراحت کریں جیسا کہ شافعی فقہاء کہتے ہیں:

أن الكتب المتقدمة على الشيخين (الرافعي والنوعي) لا يتعهد على شيء منها إلا
بعد مزيد الفحص والتحري، حتى يغلب على الظن أنه مذهب، ولا يفتني بتتابع

الكتب المتعددة على حكم واحد فإن هذه الكثرة قد تنتهي إلى واحد.^(١٠٧)

شیخین (رافعی اور نووی) سے پہلی کتابوں پر مزید بحث و تحقیق کے بغیر اعتماد نہیں کیا جاسکتا یہاں تک کہ یہ یقین ہو جائے کہ یہ مذهب ہے اور ایک ہی حکم پر متعدد کتابوں کے تابع سے فتوی نہ دیا جائے، کیون کہ اس کثرت کا مآل کار نتیجہ ایک ہی ہے۔

اسی بنابر امام النووی نے اپنے دور تک متفقہ مین اور متأخرین کی مبسوطات، مختصرات اور امام الشافعی رحمۃ اللہ علیہ کی الام، المختصر اور البویطی جیسی کتب میں موجود نصوص کا تتبع کیا ہے نیزان نصوص سے بھی استفادہ کیا ہے جن سے اصحاب شافعی کے ہاں معتمد فقہاء نے استشهاد کیا۔ امام النووی نے اصحاب شافعی کے فتاوی اور اصول فقہ میں ان کی متفرق تحریروں سے بھی استفادہ کیا ہے۔^(١٠٨) اس ضمن میں امام النووی اپنے طریقہ کار کی وضاحت کرتے ہوئے کہتے ہیں:

- ١٠٦ - الخطاب، ابو عبد الله محمد بن محمد بن عبد الرحمن، مواهب الجليل لشرح مختصر أبي ايضاء خليل (مصر: مطبعة السعادة، ١٣٢٨ھ، ١: ٢)۔

- ١٠٧ - احمد علی، محمد ابراهیم، المذهب عند الشافعیة، مجلة جامعة الملك عبدالعزيز السنة الأولى، العدد الثاني، ١٤٣٩هـ، ٣٠، ٢٥-٢٦۔

وحيث أنقل حكماً أو قوله أو وجهاً أو طريقاً أو لفظة أو اسم رجل أو حالة أو ضبط لفظة أو غير ذلك وهو من المشهور، أقتصر على ذكره من غير تعين قائله لكتراهم، إلا أن اضطر إلى بيان قائله لغرض مهم فأذكر جماعة منهم ثم أقول وغيرهم وحيث كان ما أنقله غريباً أضيفه إلى قائله في الغالب وقد أذهل عنه في بعض المواطن: وحيث أنقول الذي عليه الجھور کذا أو الذي عليه معظم أو قال الجھور أو معظم أو الأکثرون کذا ثم أنقل عن جماعة خلاف ذلك فهو كما ذكره إن شاء الله تعالى^(۱۰۵).

جہاں میں کوئی حکم، قول، توجیہ، طریقہ، لفظ، کسی شخص کا نام، حالت، لفظ کا ضبط یا اس کے علاوہ کوئی مشہور بات نقل کروں گا تو صرف اس کے ذکر کرنے پر آتنا کروں گا اور تاکہ میں کی کثرت کی وجہ سے ان کی تعین نہیں کروں گا، سو اس کے کسی ضروری غرض سے اس کے قائل کا تذکرہ ناگزیر ہو، اس صورت میں، تمہیں ان کی جماعت کا ذکر کر دوں گا۔ اور جہاں میں کوئی غریب بات نقل کروں گا تو عمومی طور پر اس کے قائل کا ذکر کروں گا، جب کہ بعض جگہوں پر مجھے اس سے زہول بھی ہو جائے گا اور جہاں میں یہ کہوں گا کہ یہ جھور اور اکثر علماء کا موقف ہے اور پھر کسی جماعت کا قول اس کے خلاف نقل کروں گا تو وہ اس طرح ہو گا جیسے میں ذکر کروں گا۔

امام النووی کہتے ہیں کہ میں نے المجموع میں سلف صحابہ، تابعین اور ان کے بعد کے فقهائی فتحی آرکا قرآن پاک، سنت رسول ﷺ، اجماع اور قیاس جیسی ادله کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اس ضمن میں نے انصاف کرنے کی کوشش کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ادله شرعیہ کے بیان کے ضمن میں میں نے آرکو حسب ضرورت مختصر یا تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے؛ تاہم غیر مستند اور غیر معتبر آراء سے اعراض کیا؛ اگرچہ وہ معروف اور مشہور ہی کیوں نہ ہوں۔^(۱۰۶)

امام النووی نے المجموع میں اپنے مصادر کا بھی ذکر کیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ علماء کے فتحی مذاہب کے بیان میں انہوں نے ابن المنذر کی الأشراف اور الإجماع پر اعتماد کیا ہے۔ ابن المنذر کی شخصیت کے بارے میں امام النووی تحریر کرتے ہیں الامام ابو بکر محمد بن ابراہیم بن المنذر النیسا بوری فقہ شافعی کے قبل تقلید ائمہ میں سے ہیں۔^(۱۰۷)

۱۰۹ - النووی، مصدر سابق، ۱: ۲۶۔

۱۱۰ - النووی، مصدر سابق، ۱: ۲۷۔

۱۱۱ - النووی، مصدر سابق، ۱: ۲۷۔

ھ۔ مہم ناموں کی وضاحت اور تراجم الاعلام

المهذب میں کئی مہم نام آئے ہیں۔ امام النووی نے ناموں کے اس ابہام کو شرح اور تفصیل کے ذریعے

ختم کرنے کی کوشش کی ہے۔ وہ کہتے ہیں میں نے المدھب میں مذکور شخصیات کا ذکر کرتے ہوئے ان کے نام، نسب اور کنیت کی وضاحت کی ہے، نیزان کی تاریخ ولادت، وفات اور مناقب کی وضاحت کی بھی کوشش کی ہے تاکہ ان کے مقام و مرتبہ کا درست تعین ہو سکے، نیز اگر کسی فقہی مسئلے، حدیث یا الفاظ کی وضاحت میں کوئی ایسا مقام آیا جس جگہ کسی شخصیت کے ذکر کی ضرورت محسوس ہوئی تو اس کا ذکر کیا اور جب کسی دوسری جگہ اس شخصیت کا دوبارہ ذکر ہوا تو اس بات کی وضاحت کر دی کہ پہلے کس جگہ اس کا ذکر ہو چکا ہے۔^(۱۱۲)

امام النووی نے المجموع کے مقدمے میں اس ترتیب کا بھی ذکر کیا ہے جس کو انھوں شرح المذهب

میں ملحوظ خاطر رکھا۔

امام النووی نے شرح المذهب کی تحریر کے دوران میں اپنے منیج میں کچھ تبدیلیاں بھی کیں۔ وہ کہتے ہیں کہ پہلے وضاحت و شرح میں زیادہ تفصیل کو بیان کرنے کی کوشش کی، اگرچہ اس میں کسی جگہ تکرار بھی آگئی، لیکن بعد میں مجھے خیال آیا کہ شاید یہ طریقہ مطالعہ میں مناسب نہ ہو، چنانچہ بعد میں میں نے اس طریقے کو چھوڑ کر در میانی رہا اختیار کی۔ مباحث کو نہ توزیادہ طول دیا اور نہ ہی ان کو زیادہ مختصر کیا۔^(۱۱۳)

مختصر یہ کہ المجموع فقه اسلامی کے دوائر المعارف میں سے ایک ہے۔ اس عظیم الشان کام کی خوبی یہ ہے کہ اس میں دقیق اسلامی علمی منیج کی پیر وی کی گئی ہے، چنانچہ المذهب میں موجود احادیث الاحکام کی تخریج کی گئی ہے، آیات قرآنی کی تشریع کی گئی ہے، فقہا کے اقوال کو مسائل کے ضمن میں واضح کرتے ہوئے ان میں ترجیح قائم کی گئی ہے، اسی طرح عمل احادیث اور احادیث کے درجات کو بھی بیان کیا گیا ہے، راویوں کے حالات زندگی شامل کیے گئے ہیں، غریب القرآن اور غریب الحدیث الفاظ کی وضاحت بھی کی گئی ہے۔ لغوی مفردات کی وضاحت بھی المجموع کا حصہ ہے۔ ان خصائص کی بنابر المجموع قرآنی آیات اور احادیث رسول ﷺ کی فقہی تفسیر، لغوی مباحث، راویوں اور محدثین کے حالات زندگی اور فقہی احکام کے استنباط کا مجموعہ ہے۔

-۱۱۲ - النووی، مصدر سابق، ۱: ۲۷۔

-۱۱۳ - النووی، مصدر سابق، ۱: ۲۸۔

نتیجہ مقالہ

زیر نظر مقالے میں فقہ شافعی کے اہم مصدر المجموع شرح المذهب کے منبع کو واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ مقالے میں پیش کردہ مواد اور آراء کے تجزیے سے بات سامنے آتی ہے کہ امام النووی نے المجموع میں ایک منفرد مگر معروف و متدلول اسلوب تحقیق کو اس طرح استعمال کیا کہ وہ ایک نمونہ بن گیا۔ انہوں نے سلف صالحین کے اسالیب میں اضافے اور تراجمیم کر کے انھیں ایک ایسے نئے، دلنشیں علمی اور فقہی منبع میں پیش کیا جو کئی صدیوں تک علم اور فقہ کے لیے قبل تقید مثال کی حیثیت اختیار کر گیا۔ اگر معاصر اصول تحقیق کے حوالے سے دیکھا جائے تو یہ بات واضح ہوتی ہے امام النووی نے المذهب کا تقدیمی جائزہ لیا۔ اس کی خامیوں کی نہ صرف نشان دہی کی بلکہ فقہ شافعی کے اس مصدر کو مفید بنانے کے لیے اضافے بھی کیے ہیں۔ امام النووی کے اختیار کردہ اسلوب کی وجہ سے المذهب کے غموض ختم ہوئے اور اس کی ادھوری معلومات مکمل ہوئیں۔ امام النووی کا یہ منبع اگر آج مصادر فقہ پر تحقیق کے لیے اختیار کیا جائے تو عصر حاضر میں فقہ اسلامی کے بنیادی مصادر سے زیادہ بہتر استفادہ کیا جاسکتا ہے۔ عصر حاضر میں علوم شرعیہ میں تحقیق کرنے والے محققین کے لیے مناسب اسلوب تحقیق کا اختیار کرنا بہت اہم مسئلہ ہے۔ کچھ محققین معاصر اسلامی تحقیق کے لیے نہ صرف معاصر موضوعات کو ضروری قرار دیتے ہیں بلکہ کلاسیکل اسلامی اصول تحقیق کی جگہ مغربی اصول تحقیق کو اختیار کرنے کی تجویز دیتے ہیں۔ امام النووی جیسی شخصیت کے منابع تحقیق کے مطالعے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ یہ اسلامی اصول تحقیق صدیوں تک غیر جانب دار علمی تحقیق کے لیے متدلول رہے ہیں اور ان کے استعمال سے ہونے والی تحقیق مستدل اور قابل عمل نتائج پر مشتمل ہوئی۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ مستدل اسلامی اصول تحقیق کا معاصر ضروریات کی روشنی میں مطالعہ کیا جائے اور حتی المقدور کوشش کی جائے کہ علوم اسلامیہ کی تحقیق میں انھی اصولوں سے استفادہ کیا جائے۔ معاصر مغربی سماجی علوم کے اصول تحقیق کو صرف ناگزیر صورت حال ہی استعمال کیا جانا چاہیے اور یہ استعمال بھی امام النووی کے المجموع میں اختیار کردہ منابع جیسے منابع کی زیر نگرانی ہی ہونا چاہیے۔

